THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, the August 27, 2024
(342nd Session)
Volume VIII, No. 01
(Nos. 01-11)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume VIII	SP.VIII (01)/2024
No. 01	15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Panel of Presiding Officers 2
3. FATEHA 2
4. Point of Order raised by Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition regarding issuance of production orders for Senator Ejaz Ahmad Chaudhary 3
   - *Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice 3*
5. Point of public importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding killing of civilians in Balochistan 6
6. Point of pulic importance raised Senator Syed Shibli Faraz regarding recent deteriorating law and order situation in Balochistan resulting in loss of precious lives of civilians and law enforcement agencies' personnel . 8
   - *Senator Azam Nazeer Tarar 12*
   - *Senator Mohammad Ishaq Dar 13*
7. Leave of Absence 19
8. Presentation of the Report of the Standing Committee on Federal Education and Profession training on [The Wapda University Islamabad Bill, 2024] 21
9. Presentation of Report of the Standing Committee on [The National Highways Safety (Amendment) Bill, 2024] 22
10. Presentation of Report of the Standing Committee on Communications regarding inordinate delay in the completion of Sukkur-Hyderabad Motorway Project 22
11. Consideration and Passage of [The Elections (Amendment) Bill, 2024] 23
12. Motion under Rule 263 moved for dispensation of Rules 24
    - *Senator Syed Shibli Faraz 25*
13. The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024 29
14. Withdrawal of The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024 30
15. Withdrawal of The Deposit Protection Corporation (Amendment) Bill, 2024 31
16. Introduction of [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024] 32
17. Introduction of [The Deposit Protection Corporation Act (Amendment) Bill, 2024] 32
18. Laying of the Annual Report of the Federal Public Service Commission for the Year 2022 33
19. Consideration and Adoption of an Amendment in sub-rule (1) of Rule 167 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012 33

20. Futher discussion on the recent deteriorating law and order situation in Balochistan resulting in loss of precious lives of civilians and law enforcement agencies' personnel 34

- *Senator Aimal Wali Khan* *34*
- *Senator Anwar ul Haq Kakar* *41*
- *Senator Irfan-ul-Haq Siddiqui* *48*
- *Senator Sherry Rehman* *52*
- *Senator Manzoor Ahmed* *58*
- *Senator Mohsin Aziz* *62*
- *Senator Agha Shahzaib Durrani* *66*
- *Senator Abdul Shakoor Khan* *69*
- *Senator Muhammad Qasim* *72*
- *Senator Nasir Mehmood* *74*
- *Senator Saifullah Abro* *76*
- *Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur* *84*
- *Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui* *91*

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Tuesday, the August 27, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten minutes past five in the evening with Mr. Deputy Chairman (Syedaal Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاۡ
اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے۔ اور تم ان کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔ اور تم انہیں (ان کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لوگے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ اور ہم تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔ اور تمہارے حالات جانچ لیں۔ جن لوگوں کو سیدھا رستہ معلوم ہوگیا (اور) پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر ﷺ کی مخالفت کی وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔ اور اللہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کردے گا۔ مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر ﷺ کی

فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو۔

(سورۃ محمد: آیات ۳۰ تا ۳۳)

Panel of Presiding Officers

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے میں پریزائیڈنگ افسران کے پینل کا اعلان کرتا ہوں۔

(۱) سینیٹر شیری رحمان صاحبہ۔

(۲) سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب۔

(۳) سینیٹر منظور احمد کاکڑ صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: فاتحہ خوانی کروادیں؟

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلوچستان میں جو ہوا ہے پہلے اس کی فاتحہ خوانی کروائیں؟

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر سید علی ظفر صاحب پہلے فاتحہ خوانی کروائیں؟

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: پہلے فاتحہ خوانی کروانے دیں پھر میں آپ کو chair دوں گا۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب، فاتحہ خوانی کروائیں۔

FATEHA

(اس موقع پر ایوان میں فاتحہ خوانی کی گئی)

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! ہم نے فاتحہ خوانی کرلی مگر یہ مٹی ڈالنے والی بات ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سینیٹر سید شبلی فراز صاحب۔

Point of Order raised by Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition regarding issuance of production orders for Senator Ejaz Ahmad Chaudhary

سینیٹر سید شبلی فراز: شکریہ جناب چیئرمین! باوجود کئی درخواستوں کے جو کہ ہم نے دی ہیں، جس میں ہم نے سینیٹر اعجاز چوہدری صاحب کا production order مانگا ہے، وہ پچھلے ایک سال سے وہاں پر پڑے ہوئے ہیں۔ نیشنل اسمبلی میں اسپیکر صاحب نے ایک معزز ممبر کا production order جاری کیا ہے۔ ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی کا production order issue کیا جائے، یہ حق ان کو آئین دیتا ہے۔

جناب چیئرمین! ماضی میں ہمارے جتنے بھی ممبران تھے جو جیل میں رہے ہیں ان کو بلایا گیا ہے۔ اس لیے پورا ایوان، جو opposition side سے ہیں اور I am sure جو Treasury Benches پر بھی بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی اس سے agree کریں گے کہ کسی ایک نمائندے کو، ہمارے ایوان کے ایک ممبر کو، اگر ہم اپنے House کے ممبران کے ساتھ نہیں کھڑے ہوں گے تو کل کسی کے ساتھ بھی کوئی نہیں کھڑا ہوگا۔

جناب چیئرمین! آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس پر کوئی ruling دیں اور سینیٹر اعجاز چوہدری صاحب کا production order جاری کریں، شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی منسٹر صاحب، جواب دیں۔

Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ (وزیر برائے قانون و انصاف): جی میں عرض کر دیتا ہوں۔ یہ بات درست ہے کہ جب قواعد و ضوابط ایک mechanism provide کرتے ہیں تو اس mechanism کے مطابق وہ نظام چلانا چاہیے اور میں تاریخ میں نہیں جاؤں گا کیونکہ اگر ماضی میں غلط ہوا ہے اور آپ ہی کے ہاتھوں غلط ہوا ہے، تو میں توجیہہ بھی نہیں لوں گا کہ مجھے بھی غلط کرنا چاہیے۔ تاریخ گواہ ہے کہ پچھلے دور حکومت میں جب پاکستان تحریک انصاف کی حکومت تھی، اس کا بڑا selective use ہوا ہے۔ میرے سامنے میرے اپنے client کی مثال ہے، میرے لیے وہ محترم بھی ہیں اور بھائی بھی ہے، رانا ثناء اللہ۔ یہاں پر عطا تارڑ موجود ہیں، اس دوران پندرہ یا بیس sessions ہوئے ہیں، daily کی بنیاد پر مانگا جاتا تھا اور اس کا Production Order جاری

نہیں ہوا۔ خواجہ سعد رفیق ہوں، جناب میں کہہ رہا ہوں کہ میں بالکل اس بات پر نہیں ہوں کہ جو ہوا وہ۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: وہ بھی order ہی ہوتا تھا، میں یہی عرض کر رہا ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: منسٹر صاحب کو بات تو کرنے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: Production Order issue ہوتا تھا لیکن Implement نہیں ہوتا تھا۔ اس کا ایک mechanism ہے، میرے خیال میں اگر چیئرمین صاحب نے کوئی ایسی ruling دے رکھی ہے تو زیادہ بہتر وہ خود سمجھتے ہیں کہ اس بابت انہیں کیا feedback آیا۔ ہم بھی حکومتی سطح پر، گو کہ وفاقی حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس وقت اعجاز چوہدری صاحب ایک سے زائد فوجداری مقدموں میں تحویل میں ہیں، جس میں انسداد دہشت گردی کی دفعات بھی شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ وفاقی subject نہیں ہے، یہ صوبائی subject ہے جس میں courts بھی involved ہیں۔

He is under judicial custody, which is being regulated by order of a Court, constituted under Constitution of Pakistan.

تو یہ کچھ legal چیزیں ہیں۔ اس کے باوجود میں بالکل یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ایک order pass ہوا ہے تو اس order پر عمل درآمد کروانا بھی اس authority کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس کی کوئی exception ہے تو وہ ہمارے سامنے آنی چاہیے اس بات کے ساتھ کہ میں خود بھی معلوم کرتا ہوں کہ اگر آج کا Production Order تھا تو کیا وجوہات ہوئی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے آج order نہیں تھا تو اس میں کیا وجوہات بنی ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ زیادہ بہتر ہے کہ ہمارے جناب چیئرمین یوسف رضا گیلانی صاحب نے اگر ایسا کوئی order جاری کر رکھا ہے تو انہیں کہیں نہ کہیں سے naturally official channel سے آیا ہوگا کہ کس وجہ سے انہیں پیش نہیں کیا جا سکا۔

جہاں تک چوہدری امتیاز کی National Assembly میں کل موجودگی کی بات ہے، yes, I was there چوہدری امتیاز صاحب کو پچھلی دو پیشیوں پر اس لیے پیش نہیں کیا جا

سکا کہ ایک دن انہیں جب پیش کرنے کے لیے لارہے تھے تو session prorogue ہو گیا تھا اور اس سے پہلے .he was not in custody اور ان کی بابت مقدمہ بھی ویسے anti-corruption کا ہے۔ اس کی تھوڑی سی nature فرق ہوتی ہے۔ کئی دفعہ gravity of offence اور ان چیزوں کو ground بنایا جاتا ہے۔ ہمارے cases میں یہ grounds بنتی رہی ہیں، میں اس لیے آپ کو نہایت ادب سے کہہ رہا ہوں اور میں یہ دوبارہ کہوں گا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم جیسے پڑھے ہیں ویسے ہی پڑھائیں گے، اگر ہمیں ڈنڈے مار کر پڑھایا گیا ہے تو ہم بھی ماریں گے۔ بالکل ایسی بات نہیں ہونی چاہیے۔ اس ایوان کا جو وقار ہے اور اس ایوان کے اراکین کی جو privileges ہیں ان کا تحفظ ہونا چاہیے۔ I will also check it with the relevant quarters کہ اگر کوئی ایسے orders گئے ہوئے ہیں تو کیا وجہ بنی ہے کہ ان کا نہیں ہو سکا۔ I will get back to you

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ جو چیئرمین گیلانی صاحب نے order کیا ہے اس کے بارے میں وہاں سے کیا جواب آیا ہے؟ یہ آپ میرے ساتھ share کریں۔ ابھی ہم business کی طرف جاتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں ذرا چیئرمین صاحب کے orders کے بارے میں دیکھنا چاہوں گا کہ اس کا کیا جواب آیا ہے۔ ابھی میرا خیال ہے کہ business کی طرف آتے ہیں۔ سوال نمبر ایک۔ جی سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی، آپ بلند آواز کے ساتھ floor نہیں لے سکتے ہیں۔ پلیز آپ بیٹھ جائیں۔ میں نے چیئرمین کا جو order ہے، وہ منگوا لیا ہے۔ اس کا کیا جواب آیا ہے، میں وہ پہلے دیکھوں گا۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے جو order کیا ہے اس کو منگوا لیا ہے، اس کا کیا جواب آیا ہے وہ میں دیکھ کر جاؤں گا، ان شاء اللہ۔ جی سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Point of public importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding killing of civilians in Balochistan

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب چیئرمین! پچیس اور چھبیس اگست کی درمیانی رات کو بلوچستان میں جو کچھ ہوا، میرا خیال تھا کہ کل قومی اسمبلی میں بلوچستان کے حوالے سے آگ لگی ہوگی اور یہاں بھی آج آگ لگنی چاہیے تھی لیکن ہم یقیناً matter نہیں کرتے۔ میں یہ بات اس تکلیف کے ساتھ آپ کو کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ بلوچستان میں ہوا ہے اور آج جب ہمارے سینیٹر بھائی اور Interior Minister وہاں گئے تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ پچیس اور چھبیس اگست کی درمیانی رات کو ہوا وہ تو ایک SHO کی بھی مار نہیں ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ حکومت اب ایک SHO سے بھی نیچے کی کوئی چیز ہے اور اس لیے اب وہ SHO کا کردار بھی بلوچستان میں ادا نہیں کر پائی۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پچیس اور چھبیس اگست کی درمیانی رات کو، جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں بھلے وہ admit کر سکیں یا نہ کر سکیں اور ہم بھی یہ جانتے ہیں بھلے ہم admit کر سکیں یا نہ کر سکیں کہ کم از کم چار پانچ گھنٹے تک پورے بلوچستان کے چاروں کونوں میں کہیں بھی government کی رٹ نہیں تھی، کہیں کسی وفاقی ایجنسی کی رٹ نہیں تھی اور جس طرح سے قتل عام ہوا ہے، نسل کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر، اس سے میں ایک بلوچستانی کے طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ میرا چہرہ مسخ ہوا ہے، میرا چہرہ خراب ہوا ہے۔ میں اس تکلیف کو شاید آنے والے کئی سال تک، اس کو آپ تیغور کہہ لیں، ایک طعنہ کہہ لیں کہ یہ طعنہ میرے ساتھ اب لگا رہے گا کہ کسی کے ساتھ زبان کی بنیاد پر، بھلے اس کا کوئی گناہ ہے یا نہیں ہے، یا کسی نسل کی بنیاد پر اس کو گاڑیوں سے اتار کر مارا جائے یا ان کے شناختی کارڈ دیکھ کر مارا جائے، یہ ایک بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔

میرا خیال یہ تھا کہ باقی House کا تمام business چھوڑ کر اس کو priority پر لیا جائے گا، یہاں پر بھی اور National Assembly میں بھی۔ National Assembly میں گو کہ میرا حق نہیں ہے مگر وہاں پر بھی کسی دوست نے اس معاملے کو raise نہیں کیا اور یہاں پر بھی اسی طرح سے کوئی دوست اس کو raise نہیں کر رہا۔ کیا یہ وقت آگیا ہے کہ ہم اس طرح سے اتنا گر جائیں گے کہ ہم صرف اس بات پر کہ کون شخص کیا زبان بولتا ہے، کون شخص کس نسل سے تعلق رکھتا ہے، جس میں اس کا کوئی قصور یا contribution نہیں ہے، اس پر اس کو قتل کیا

کریں گے یا اس کو مارا کریں گے۔ کوئی بے چارہ مزدوری کرنے گیا ہو، کوئی بے چارہ کوئی کام کرنے گیا ہو، کوئی تفریح کرنے گیا ہو، اس کے لیے ہم نے کوئی room نہیں چھوڑا، کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ اس جگہ پر جاسکے۔ اس پر آپ کیا یہ سمجھ سکتے ہیں کہ جب اس طرح سے قتل عام ہوگا تو کیا وہاں پر کوئی investment جائے گی، وہاں پر کوئی کاروبار کرنے جائے گا۔

جناب! یہ وفاقی ایجنسیاں کیا کر رہی ہیں؟ ان وفاقی ایجنسیوں کو صوبہ pay کرتا ہے۔ ہر مہینے ایک bill بن کر آتا ہے اور اس کے against ہم اس کی payment کرتے ہیں۔ تو اس دن چار پانچ گھنٹے تک کیا یہ ایجنسیاں اپنے گھر میں سوئی ہوئی تھیں؟ جس وقت یہ قتل عام کی ساری کارروائی ہو رہی تھی تو اس وقت یہ ایجنسیاں کہاں تھیں۔ یہ ایجنسیاں اس واقعے کے چار پانچ گھنٹے کے بعد جائے وقوعہ پر پہنچی ہیں، بظاہر ایسا لگ رہا تھا کہ اس پچیس اور چھبیس اگست کی درمیانی رات کو ان کو یہ گنجائش دی گئی ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کرلو اور اس سب کے بعد پتا نہیں اور مزید کیا کچھ ہم نے کرنا ہے جس کے لیے یہ گنجائش دی گئی ہے۔

یہ ایک بڑی زیادتی ہے۔ اس قسم کی زیادتیوں کو آئندہ نہیں ہونا چاہیے اور وہاں پر جا کر مزید آگ لگانے والی بات کی گئی ہے کہ یہ تو سارا ایک SHO سے کم تر لوگ کر رہے تھے۔ کیا صوبائی حکومت بلوچستان ایک SHO سے بھی کم تر ہے۔ کیا Interior Ministry کے نیچے جو وفاقی ایجنسیاں کام کر رہی ہیں جن کو ہم ہر مہینے ایک considerable amount pay کرتے ہیں، کیا وہ ایک SHO سے بھی کم تر ہیں۔ کیا وہ اس ساری صورت حال کو سنبھال نہیں سکتی تھی۔ کیا ان کو اس date کا اندازہ نہیں تھا کہ اس دن، اس date میں کیا واقعہ ہوا تھا اور اس واقعہ والے دن کوئی نہ کوئی مزید واقعات ہوتے ہیں اور حوالے سے کیا یہ ان کا intelligence failure نہیں تھا۔

تو اگر یہ سب کچھ بلوچستان میں ہوتا رہے گا اور ہمیں اس طرح سے بدنام کیا جاتا رہے گا تو پھر ان حکومتوں کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس معاملات کو درست کیا جانا چاہیے ورنہ آپ کا وفاق ٹوٹ رہا ہے۔ جناب! یہ House of the Federation ہے، اللہ کرے کہ میری بات غلط ہو مگر آپ کا وفاق تیزی کے ساتھ ختم ہو رہا ہے اور ٹوٹ رہا ہے۔ بلوچستان شاید آپ کے ساتھ، یہ انہوں نے اِشارۃً کہا ہے یا واضح طور پر کہا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ مزید رہنا ان کو اچھا نہیں

لگ رہا۔ اگر یہ سب کچھ ہے تو ان کے مسائل کو redress کریں۔ اس طرح سے مسائل کو redress کیے بغیر معاملات کو چلائیں گے تو کل اس سے زیادہ مشکل معاملات پیش آسکتے ہیں۔ خدا کے واسطے اس پر توجہ دیں اور معاملات کو درست کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی اعظم نذیر تارڑ صاحب، جی منسٹر صاحب۔ ان سے جواب تو لینے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ (وزیر برائے قانون): میرا خیال تھا کہ ہم اس مسئلے کو business کے فوراً بعد لے لیں گے۔ جناب! میری Leader of the Opposition سے استدعا ہو گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر سید شبلی فراز صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ Advisory Committee میں یہ بات ہوئی تھی، آپ تھوڑا سا business لینے دیں، اس کے بعد اس پر بات کر لیں گے۔ جی سینیٹر سید شبلی فراز صاحب! آپ ایک مرتبہ بات کر لیں اور آپ سارے issues پر بات کر لیں۔ آپ کو آپ کے اپنے لوگ بولنے نہیں دے رہے، آپ خود ہی بات کر لیں۔

<u>Point of pulic importance raised Senator Syed Shibli Faraz regarding recent deteriorating law and order situation in Balochistan resulting in loss of precious lives of civilians and law enforcement agencies' personnel</u>

سینیٹر سید شبلی فراز: جناب! یہ ایک دکھ اور درد کی بات ہے کہ ہمارے ملک کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان 44% land mass کو cover کرتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم جب چھوٹے تھے تو اس وقت بلوچستان کے بارے میں بدقسمتی سے کوئی اچھی خبر نہیں سنتے تھے۔ اس کے باوجود سارا ملک وہاں کی گیس سے مستفید ہو رہا تھا، وہاں کے resources کو پورے پاکستان میں استعمال کیا جاتا تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ بلوچستان جو گیس پیدا کرتا تھا لیکن وہاں پر majority کو گیس نہیں ملتی تھی۔ اس کے بعد ہم نے تھوڑا سا ہوش سنبھالا جب ہم کالج میں تھے تب ہمیں پتا چلا کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے خیبر پختونخوا اور بلوچستان کی حکومتوں کو برطرف کر دیا اور وہاں پر

military operation کیا گیا۔ جناب! اس دن سے لے کر آج تک بلوچستان کو سکون میں نہیں دیکھا۔ ہماری پارٹی تحریکِ انصاف اور عمران خان کی نظر میں اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ بلوچستان کے سیاسی مسائل کو سیاسی طور پر حل کرنا چاہیے۔ خاص طور پر جب آپ کے اپنے ملک کے لوگ ہوں، ان کی جو بھی رنجشیں ہیں، ان کی جو بھی شکایات ہیں اور ان کے جو بھی مسائل ہیں، اس پر ان کو engage کیا جائے۔

جناب! پہلے حالات مختلف تھے، وہاں پر سرداروں نے سیاسی طور پر lead کیا لیکن بلوچستان بدل چکا ہے۔ بلوچستان میں نوجوان لوگوں کی کچھ مختلف requirements ہیں اور آج کل جو young generation ہے، یہ black and white میں دیکھتی ہے، یہ grey areas میں نہیں جاتی۔ ہماری generation کے لوگ grey areas میں زیادہ پھرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ایک indigenous movement شروع ہو گئی ہے۔ ہم آئے دن یہ باتیں سنتے ہیں کہ ہم بلوچستان میں ماہ رنگ بلوچ کا نام سنتے ہیں اور کبھی کسی کا نام سنتے ہیں، کبھی یہ دھرنا ہو رہا ہے اور کبھی کچھ ہو رہا ہے۔ بلوچستان میں جو elections ہوئے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ وہ elections کس طرح ہوئے ہیں جس طرح پورے ملک میں elections ہوئے لیکن بلوچستان میں ایک اور ہی level تھا۔ جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں ایک بڑا اضطراب پایا جاتا ہے اور اس اضطراب کی وجہ سے سارا ماحول بن گیا ہے، جو نہ بلوچستان کے حق میں ہے اور نہ پاکستان کے حق میں ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کسی بھی چیز کو حل کرنے کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیا جائے لیکن ہماری جو security forces ہوتی ہیں، ہمارے جو بھی law and order کے ادارے ہوتے ہیں۔ ہم جیسے عام لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ میں نے جس طرح آپ کو بتایا کہ بلوچستان کا جو land mass ہے، وہ تقریباً 800 سے لے کر 1400 kilometres areas پر محیط ہیں۔

جناب! اتنا well coordinated دہشت گردی کا ایک واقعہ ہوا جس میں کوئی ایک point نہیں تھا۔ یہ کیا تھا؟ آیا کوئی لسانیت promote کرنا چاہتا ہے یا فرقہ واریت کو promote کرنا چاہتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ پاکستان کے عوام جاننا چاہتے ہیں کہ صرف یہ نہیں ہے، اگر پنجاب میں بھی دیکھ لیں تو وہاں کی پولیس پاکستان تحریکِ انصاف کے لیڈروں اور ورکروں کو

اٹھانے کے لیے برسرِپیکار رہی ہے، ان کے گھروں میں گھس گئے ہیں، ان کی خواتین کو بے عزت کیا ہے اور ہر طرح کا ظلم ڈھایا ہے۔

جناب! دوسری بات یہ ہے کہ جو کچے کے علاقے میں پولیس کے ساتھ ہوا، ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں کیونکہ پولیس والوں کو like a sitting duck مار دیا گیا۔ IG police ایک شخص کی برآمدگی پر مبارک باد اور credit لے رہے ہیں، پتا نہیں، اس پر بھی مختلف باتیں ہو رہی ہیں۔ آیا IG صاحب ہمیں یہ بتانا چاہیں گے؟ آپ عام لوگوں کے گھروں میں بھی جا سکتے ہیں، آپ ان پر ظلم بھی کر سکتے ہیں اور آپ ان کو پکڑ سکتے ہیں اور آپ ان کو بے عزت کر سکتے ہیں۔ آپ کو جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، وہ یہ مقصد ہے کہ آپ نے چوروں، ڈاکوؤں سے اپنے عام عوام کو بچانا ہے۔ انہوں نے ان سے مقابلہ نہیں کیا اور 20 یا 21 لوگوں کی قیمتی جانوں کا زیاں ہو گیا۔ آیا آپ professionally تیار نہیں تھے؟ یہ آسان ہے کہ مجھ جیسے لوگوں یا عام پاکستانیوں کو گھروں سے اٹھا لینا، attack کر دینا، گھروں میں گھس جانا۔ یہ تو آسان ہے اور یہ تو soft لوگ ہیں، آپ کی soft کے لیے تیاری ہے لیکن actually hardcore کے حوالے سے جو آپ کی duty بنتی ہے، آپ وہ نہیں کرتے۔ یہ بھی کسی کے بیٹے اور بچے تھے جو پولیس والے مارے گئے۔

جناب! اس کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان میں جو ہوا، اس کو ایک قسم کا intelligence failure کہیں گے، اتنے بڑے level پر ایک operation ہوا ہے یا جو بھی attack ہوا ہے۔ اس کا کسی کو پتا بھی نہیں چلا، یہ کیسے ہوا، ہم یہ کیسے مان لیں؟ ہمیں بتایا جائے، وزیر داخلہ صاحب اور وزیر خارجہ صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ ہمیں بتائیں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے؟ law and order situation اتنی ابتر ہو گئی ہے کہ کوئی بھی شہری اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ ہماری سمجھ میں جو ایک وجہ آتی ہے کہ جو واقعات بلوچستان، پنجاب اور خیبر پختونخوا میں ہوئے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے جس طرح سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب نے کہا کہ ایسے حالات میں اس ملک میں کون invest کرے گا۔ Leader of the House بہتر طور پر جانتے ہیں کہ economic prosperity and stability کے لیے کیا ماحول چاہیے ہوتا ہے۔ وہ Eco System کیا ہے؟ ہمارے Finance Minister بھی بیٹھے ہوئے ہیں، میں پہلے ان

سے ہمدردی کرتا ہوں کہ وہ ایسے دور میں آئے اور ایسی حکومت کا حصہ بنے جو legitimacy کے لئے struggle کر رہی ہے۔ جس طریقے سے یہ حکومت بنائی گئی ہے، ان میں legitimacy نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک طریقہ کار رکھا ہوا ہے۔ جن لوگوں اور حکومتوں کو عوام کی support حاصل نہیں ہوتی، وہ economy کے لیے ہزار steps لے لیں، وہ کامیاب نہیں ہوں گی۔ ہمارے Finance Minister کا کیا کام ہے؟ یہ نہیں ہے کہ اورنگزیب صاحب Finance Minister ہیں، میں ان کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، یہ انتہائی نفیس اور competent آدمی ہیں، یہ بڑی زبردست banking کر رہے تھے، اگر مجھ سے مشورہ کرتے تو میں ان کو مشورہ نہ دیتا کہ وہ سیاست میں آئیں۔ اب سیاست میں آ ہی گئے ہیں پھر ان کو یہ بھی سوچنا ہوگا کہ banker economist نہیں ہوتا کیونکہ میں خود banker رہ چکا ہوں۔ ہماری حکومت میں بھی Finance Minister banker تھے، پچھلی حکومتوں میں بھی banker تھے اور ابھی بھی Finance Minister banker ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ جب سے یہ Finance Minister آئے ہیں، انہوں نے صرف قرضے مانگے ہیں اور انہوں نے قرضوں کو reschedule کیا ہے۔ یہ China گئے ہیں، کہیں بھی گئے ہیں، ابھی بھی قرضہ مانگنے Middle East جا رہے ہیں، تو اس قسم کی economic situation میں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جو law & order کی situation ہے، اس پر پوری تفصیل سے گفتگو ہونی چاہیے۔ ہماری request یہ بھی ہے کہ جو Presidential speech ہے اس کو اب ختم کریں، بہت ہو گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ہم اپنے کئی parliamentary tools نہیں لا سکتے ہیں جس میں adjournment motions بھی شامل ہیں تاکہ اس پر سیر حاصل گفتگو ہو سکے۔ ادھر بیٹھے ہوئے سب پاکستانی ہیں۔ ہم اس قابل ہیں اور نہ اپنے آپ کو مجاز سمجھتے ہیں کہ ہم کہیں کہ یہ غدار ہے اور یہ پاکستانی ہے۔ سارے پاکستانی ہیں۔ ہم چاہیں گے کہ اس ایوان میں پوری بحث ہو کہ جو یہ law& order کی situation ہے، اس کو کس طرح contain کیا جائے کیونکہ اس کا ہماری economic difficulties سے direct relationship ہے۔

میں آخر میں یہی کہوں گا یہ ملک ہمارا ہے لیکن اس ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کو corner کرنے کے چکر میں قوانین آ رہے ہیں، آئندہ بھی آئیں گے اور سختی کی جا رہی ہے۔ اس

سے ملک آگے نہیں جائے گا، اس سے ملک پیچھے جائے گا اور پاکستان کے غریب عوام کی حالت زار نہیں بدلے گی بلکہ بد سے بدتر ہو گئی ہے۔ میں چاہوں گا اس پر میرے باقی colleagues بھی بات کریں، بے شک وہ opposition side سے ہوں یا treasury side سے ہوں، بلوچستان کے issue پر ہمیں گفتگو کرنی ہے کیونکہ یہ ہمارے ملک کا ایک بہت ہی اہم حصہ ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تارڑ صاحب۔

Senator Azam Nazeer Tarar

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! میں گزارش کروں گا کہ question hour dispense کر دیا جائے۔ جناب! میں عرض کرتا ہوں، تھوڑا سا business ہے، 15 منٹ میں ہو جائے گا۔ میں صرف آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ کل قومی اسمبلی میں اس پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اور کافی لمبا اجلاس چلا۔ میری صرف یہ استدعا ہو گی کہ جو legislative یا دوسرا business ہے، question hour suspend کر دیں اور پندرہ منٹ کا business کر کے اس کے بعد آرام سے بات ہونی چاہیے۔ Leader of the House بیٹھے ہیں، Leader of the Opposition ہیں، ہم سارے ہیں تو دس منٹ سے زیادہ کا business نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دس پندرہ منٹ کے لیے ان کو بزنس کرنے دیں، اس کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ بات کر لیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب! میں صرف یہی عرض کر رہا ہوں، کہ اگر ہم question hour.........

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ لوگ رائے دے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! یہ معاملہ ہمارے لیے بھی اتنا ہی important ہے، میں نے جیسے عرض کیا، کل قومی اسمبلی میں، آپ لوگ TV پر دیکھ رہے تھے، کل طویل ترین session ہوا ہے۔ رات دس بجے سے زیادہ قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا اور لوگ بیٹھے رہے ہیں۔ میری صرف یہ استدعا ہو گی کہ چونکہ آدھے گھنٹے سے زیادہ تو ہم نے یہاں پر لے لیا، House کی

sense لے لیں، اگر سب دوستوں کو منظور ہو تو question hour کو dispense کر دیا جائے۔ ہم بیٹھے ہیں Leader of the House بھی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ چیک کر لیں کہ جب سے اجلاس شروع ہوا ہے ہم نے اپوزیشن کو کتنا وقت دیا ہے۔ Business بھی آپ لوگوں کا ہے، دونوں طرف کا ہے۔ پندرہ بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ۔ جی محترم جناب اسحاق ڈار صاحب، لیڈر آف دی ہاؤس۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، ڈار صاحب! آپ continue کریں۔ ایسا نہ کریں۔ جی شبلی صاحب! اپنے لوگوں کو چپ کروائیں۔ اس طرح نہیں چلے گا۔ بالکل اس طرح آپ کو time نہیں دیں گے۔ جی، ڈار صاحب۔

<u>Senator Mohammad Ishaq Dar</u>

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں اسی موضوع پر بات کرنے لگا ہوں جو موضوع ابھی زیر بحث ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری کوئی conditions ہیں۔ ان کو پہلے کوئی کورس کروائیں تاکہ ان کو پتا چلے کہ کس طرح یہ House چلا کرتا تھا۔ جناب چیئرمین! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے House چلانے کا۔ میں Hon'ble Leader of the Opposition کو request کروں گا کہ وہ please discipline create کریں اگر انہوں نے future میں بولنا ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اس House کی tradition رہی ہے کہ Leader of the Opposition کو اور Leader of the House جب مائیک مانگیں تو ان کو ملتا ہے۔ میں کوئی دوسری بات نہیں کرنے لگا۔ میں سمجھتا ہوں ہر پاکستانی مجھ سمیت دکھی ہے۔ ان کو کہیں کہ باہر جا کر تقریر کر لیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک منٹ ابڑو صاحب! نہیں نہیں اس طرح نہیں ہو گا۔ جی ڈار صاحب! آپ مہربانی کر کے continue کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہر پاکستانی کے لیے دکھ کی بات ہے اور ہر دل رنجیدہ ہے جو کچھ کل بلوچستان میں ہوا ہے۔ Law Minister صاحب نے اس کو explain کیا ہے کہ کل قومی اسمبلی میں detailed session ہوا، لوگوں نے کھل کر بات کی اور کرنی چاہیے۔ وہ ہمیں اتنا ہی عزیز ہے جتنا کوئی اور صوبے کا حصہ ہے۔ وہ ہمارے پاکستان کا بہت ہی important صوبہ ہے اور ہمارے دل کے قریب ہے۔ یہاں بیٹھ کر ہم سب کو باتیں کرنی چاہییں لیکن ہمیں collectively کچھ سوچنا چاہیے کہ way forward کیا ہے۔

آج Cabinet میں بڑی تفصیل سے بات ہوئی۔ بلوچستان کی حکومت، وفاقی حکومت کے ساتھ totally connected ہے۔ وزیر اعظم اگلے دو تین روز میں physically بھی جا رہے ہیں اور آج Interior Minister وہاں پہنچ چکے ہیں۔ دیکھیں بات یہ ہے کہ کم از کم خدا کے لیے، اس issue کو ہم سیاست کی نذر نہ کریں کہ اس ایشو کو سامنے رکھ کر یہاں rumpus create کرنا ہے۔ میں اپنے بھائی سینیٹر کامران مرتضٰی کے جذبات کو second کرتا ہوں، کوئی بھی پاکستانی جو دل رکھتا ہے، اس کو کل سے بہت تکلیف ہے اور یہ ہے ہی اتنا افسوسناک واقعہ تو ہمیں سوچنا ہے کہ اس کے محرکات کیا ہیں اور اس کی وجوہات کیا ہیں۔ جو لوگ پاکستان کی ریاست کو تسلیم کرتے ہیں ان سے مذاکرات ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہییں۔ جو ناراضی کے نام پر، ناراضی کا کوئی لفظ نہیں ہے، ناراضی کے نام پر پہاڑوں پر چڑھ کر innocent لوگوں کو ماریں گے تو یہ پورا House unanimously ان کو condemn کرے اور ان کی مذمت کرے۔

یہ لوگ دوسری agencies کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ وہ دوسروں کے پیسوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ یہاں بہت experienced لوگ بیٹھے ہیں، یہ ہمارے former Prime Minister بیٹھے ہیں، اور ساتھی ہیں جو بلوچستان سے ہیں، خدا کے لیے اس چیز پر ہم آپس میں جھگڑا نہ کریں۔ اس کو ہم seriously لیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس پر ایک سیر حاصل بحث کریں، آپ چاہیں تو دونوں ایوانوں کے نمائندگان کی ایک کمیٹی بنا دیں۔ دیکھیں، یہ ایسی چیز نہیں ہے جس کے متعلق ہماری کوئی دو رائے نہیں ہو سکتی لیکن ایک clarity آنی چاہیے۔ ہمیں clarity کے ساتھ سوچ لینا چاہیے کہ come what may and at whatever price ہم نے ملک میں امن واپس لانا ہے اور یہ کوئی پرانی بات نہیں ہے صرف ایک دہائی پرانی بات ہے۔ آپ

2013 کا data اٹھائیں، ہفتے میں کتنے terrorist incidents ہوتے تھے لیکن قوم نے فیصلہ کیا 2014 میں کہ ہم نے وہ چیز جو پچھلی حکومتیں نہیں کر سکیں اس سے پہلے 20 سال میں، وہ ایک فیصلہ ہوا۔ وہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے تاریخ کا رخ بدلا اور وہ فیصلہ ہوا APS کے واقعے کے بعد جب ہمارے 100 سے زیادہ معصوم بچوں کی جانیں اس terrorism کی نذر ہو گئیں۔ اس کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ come what may, جو بھی price pay کرنے پڑے گی، اپنا پیٹ کاٹیں گے، یہ جنگ لڑی جائے گی اور آپ نے دیکھا کہ ضرب عضب لڑی گئی، آپ نے دیکھا کہ جہاں cleans-up ہوا اس کے بعد ردالفساد لڑی گئی، آپ نے دیکھا کہ اس کے بعد security کے حوالے سے پوری ملک میں operations ہوئے۔

جناب چیئرمین! آپ ایک کمیٹی بنائیں اور سارا data لیں اور دیکھیں کہ کیا improvement ہوئی ہے لیکن بطور Finance Minister میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی چھوٹی cost نہیں تھی، قوم کو وہ آپریشن تقریباً سو ارب روپے سالانہ cost کر رہا تھا اور کرنا چاہیے چاہے وہ سو ارب ہوں یا ہزار ارب ہوں یہ ایسی چیز ہے لیکن اگر کچھ لوگوں کو استعمال کر کے ایک صوبے میں افراتفری پھیلائی جائے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ چاہے ادھر لوگ بیٹھے ہوں یا ادھر بیٹھے ہوں ہمیں unanimously یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ ہمیں انہیں کامیاب نہیں ہونے دینا ہے اور یہ doable ہے۔ آپ نے دیکھا کہ virtually clean-up ہو جائے میں blame game میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں جناب چیئرمین۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی *mala fide* نہ ہو، with genuine intent ہو، اس کے بعد ہم نے reverse کیا۔ ہم نے ان دہشت گردوں کو جیلوں سے چھڑوایا، ہم نے راستے کھولے۔ ان دو آپریشنز کے بعد جو وہاں سے بھاگے ہوئے تھے وہ واپس پاکستان میں آئے۔ وہ تمام ہماری اپنی غلطیاں تھیں، میں کسی کو blame نہیں کر رہا ہوں، میں من حیث القوم بات کر رہا ہوں، ہمیں سوچنا چاہیے تھا کہ کیا ہمیں انہیں release کرنا چاہیے، dialogue کے نام پر ہم نے بہت بڑا blunder کیا لیکن کئی مرتبہ بندہ well intention کام کر جاتا ہے، اس کے out-come سے پھر اسے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں تکلیف ہے۔ اس کے multiple reasons ہیں۔

ہمارا دشمن تو چاہتا ہے کہ یہ ایک میزائلی ملک ہے، یہ ایک ایٹمی قوت ہے تو اسے معاشی قوت کیوں بننے دیں گے۔ جب بھی پاکستان take-off کرتا ہے تو آرام سے پاکستان کی ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں، political instability create کی جاتی ہے، کوئی اور کام کیا جاتا ہے۔ یہ تو ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے، اس ملک کو کہاں لے کر جانا ہے۔ میں یہ کوئی صدیوں یا دہائیوں پرانی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ صرف 2017 میں honourable Leader of the Opposition جو بہت well-read and well informed ہیں، look where the Pakistan was, globally 24th economy اور Cooper's کی کیا projection تھی کہ within three years the way it has taken off, it will be the part of G20, کاش کہ ہم اس کے لیے مل کر کام کرتے۔ میں آنے والی حکومت کو salute کرتا کہ اگر ہم 2020, 2021, 2022 یا 2024 میں شامل ہو چکے ہوتے۔ بات یہ ہے کہ آج ہم 47th Economy بن چکے ہیں، but never too late تو میں سمجھتا ہوں اگر معاشی مسائل ہوں، دہشت گردی کے مسائل ہوں تو ہمیں بہن بھائیوں کی طرح مل بیٹھ کر ان مسائل کے متعلق سوچنا چاہیے، یہ House of the Federation ہے، اس میں تمام صوبوں کی نمائندگی ہے، اس کا فرض ہے کہ کہیں بھی خدانخواستہ کوئی بھی problem ہے تو ہم سیاست سے بالاتر ہو کر اس کا حل ڈھونڈیں۔ میری گزارش ہے کہ آپ آج یا کل کا دن اس کے لیے مقرر کرلیں اور اس پر بالکل بات ہونی چاہیے، ہر ایک کھل کر اپنی بات کرے لیکن صرف بات کرنے کے بعد وہ winding-up نہیں ہونی چاہیے، کوئی practical way forward ڈھونڈیں۔ یہاں دونوں طرف بہت عقل مند لوگ بیٹھے ہیں، ڈھونڈیں گے کہ کیا کرنا ہے، وفاق یا بلوچستان کی حکومت کو advise دیں، اس وقت وہاں پر coalition government ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کل وزیراعلیٰ بلوچستان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو پریس کانفرنس کی ہے اس میں انہوں نے بہت صحیح بات کی ہے کہ violence has no nationality. ناراضگی کے نام پر violence, آپ کس سے ناراض ہیں، State تو آپ کی ماں ہوتی ہے۔ آپ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں، آپ آئیں اور بات کریں لیکن آپ پاکستان کے جھنڈے کو، اس کے آئین

اور قانون کو تسلیم کریں، بات ہو گی۔ براہ مہربانی مل بیٹھ کر way forward بنائیں۔ یہاں مجھ سے بہت زیادہ experienced لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، آپ بیٹھ کر حکومت کو guide کریں، let's take it as a joint venture کہ اسے ہم نے حل کرنا ہے۔ اگر ہم کل کا وقت مقرر کرلیں، اسی topic پر بات کریں اور پھر way forward نکالیں اور اس کے بعد آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر حکومت عمل درآمد کرے گی۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا تو یہ خیال تھا کہ پہلے پندرہ بیس منٹ کا House Business لے لیتے پھر کھل کر اس مسئلے پر بات ہوتی مگر آپ لوگوں کا پتا نہیں ہے۔ ایمل صاحب آپ میری ایک بات سن لیں، میں یہ کہہ رہا تھا کہ پندرہ، بیس یا پچیس منٹس ہم ایوان کا business لے لیتے اس کے بعد ایک یا دو گھنٹے بات کر لیتے۔ ایوان سے رائے تو لینے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! اگر میں put کروں کہ آج کے لیے question hour dispensed with کیا جائے، اس پر جناب پہلے ایوان کی sense لے لیں کیونکہ question hour کا وقت ہم consume کر رہے ہیں تو میری استدعا ہے اور آپ کی اجازت سے question hour dispensed with کیا جائے۔ جناب ہمارے procedures لکھے جاتے ہیں، آپ سر آنکھوں پر ہیں، آپ بولیں گے میں کب کہہ رہا ہوں کہ نہ بولیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو بھی وقت دیں گے ایمل صاحب، آپ ان کی بات تو سن لیں، ان کا جواب تو سن لیں۔ ہم نے سینیٹ کو Rules کے مطابق چلانا ہے

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! میری دو حرفی استدعا ہے کہ Leader of the House and Leader of the Opposition بیٹھے ہیں، آپ سب ہمارے لیے بہت معتبر ہیں، میری ایک استدعا ہو گی کہ میں motion move کرتا ہوں کہ آج کے لیے question hour کو dispensed with کیا جائے۔ دوسرا دس سے پندرہ منٹ کا business ہے، دو یا تین items ہیں اور دو reports lay ہونی ہیں، اس کے فوراً بعد سارا وقت آج بلوچستان کے واقعہ پر بات کرلیں۔ میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ میں بھی بیٹھا ہوں اور Leader of the House بھی بیٹھے ہیں، ہمارے Federal Ministers بیٹھے ہیں،

لیکن جناب جیسا کہ nobody is going anywhere Leader of the House نے کہا یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے، اس پر بحث نہ کریں۔ میں سمجھا نہیں پا رہا ہوں، کچھ قواعد وضوابط ہیں۔

جناب چیئرمین! as a speaker, first right دے دیں، پارلیمانی لیڈر ہیں، ہمارے لیے محترم ہیں، یہ business 15 منٹ کا بھی نہیں ہے۔ Please don't dictate the Chair. جناب یہ طریقہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایوان میں پیش کیے گئے تمام سوالات اور ان کے جوابات کو پڑھا تصور کیا جاتا ہے۔ وقفہ سوالات ختم کیا جاتا ہے۔ شکریہ۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی Leader of the House صاحب۔ When Leader of the House is speaking, then we should not interfere.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بہت شکریہ جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ آپ کے آنے سے پہلے ہم بلوچستان پر بات کر رہے تھے اور ہونی چاہیے۔ وزیر قانون صاحب صرف یہ request کر رہے ہیں جو بڑی valid request ہے اور rules کے مطابق ہے کہ صرف 15 منٹ کا business ہے اور میں ان کو assure کرتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں جائے گا۔ ایمل بیٹا آپ سب سے پہلے بولو گے۔ میں آپ کو guarantee کر رہا ہوں۔ آج میرا وعدہ بھی دیکھ لو۔ اپنے والد صاحب سے پوچھنا کہ میرا وعدہ کیسا ہوتا تھا، میں اور وہ وہاں بیٹھے ہوتے تھے، آپ فکر نہ کریں۔ جناب چیئرمین! آپ کی وساطت سے میں یہ assurance دے رہا ہوں کہ ہم بالکل بیٹھیں گے، بات کریں گے اور جب تک سارے لوگ اس پر تسلی سے بات نہیں کر لیں گے کوئی ان شاءاللہ یہاں سے نہیں جائے گا، میں آپ کو یہ assure کرتا ہوں۔ Normal business کے لیے 15-20 منٹ کو وقت دے دیں، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ سارا دن بولیں۔ ایک منٹ، please let me speak first, please take your seats, ہم نے House Advisory Committee میں یہ decide کیا ہے اور اس پر پوری discussion ہو گئی ہے، ہم نے کہا

ہے کہ اس کے بعد ایک دو businesses ہیں، اور Leader of the House نے assurance دی ہے کہ ہم بیٹھیں گے
and this is an extremely important issue of Balochistan and we want to hear. The question hour is over.

Leave of Absence

Mr. Chairman: Senator Raja Nasir Abbas has requested for the grant of leave for 5^{th} and 9^{th} August, 2024, during 341^{st} Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Bushra Anjum Butt has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341^{st} Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Fawzia Arshad has requested for the grant of leave for 6^{th} and 9th August, 2024, during 341^{st} Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Zamir Hussain Ghumro has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341^{st} Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Aon Abbas has requested for the grant of leave for 9th and 27^{th} August, 2024, during 341^{st} Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Ahmed Khan has requested for the grant of leave for 5th August, 2024, during 341st Session due to his visit abroad. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Sarmad Ali has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Taj Haider has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Saifullah Abro has requested for the grant of leave for the whole 341st Session, due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Kamil Ali Agha has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Syed Kazim Ali Shah has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Farooq Hamid Naek has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Mir Dostain Khan Domki has requested for the grant of leave for 9th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Samina Mumtaz Zehri has requested for the grant of leave for 27th August, 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Minister for Interior Senator Syed Mohsin Raza Naqvi has requested for the grant of leave for 09th August and 16th September 2024, during 341st Session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Reports of the Standing Committee. Senator Bushra Anjum Butt, Chairperson, Standing Committee on Federal Education and Professional Training may move Order No.3.

<u>Presentation of the Report of the Standing Committee on Federal Education and Profession training on [The Wapda University Islamabad Bill, 2024]</u>

Senator Bushra Anjum Butt: I, Chairperson, Standing Committee on Federal Education and Professional Training, present the report of the Committee on the Bill to provide for the establishment of Wapda University Islamabad [The Wapda University Islamabad Bill, 2024], introduced by Senators Fawzia Arshad, Rana Mahmood ul Hassan and Umer Farooq on 26th February, 2024.

Mr. Chairman: Report stands laid. I want to make an announcement; the House welcomes 38 members of the Young Leaders Parliament from KPK who are sitting in the visitors' gallery.

Order No.4. Senator Pervaiz Rashid, Chairman, Standing Committee on Communications, may move Order No.4.

Presentation of Report of the Standing Committee on [The National Highways Safety (Amendment) Bill, 2024]

Senator Pervaiz Rashid: I, Chairman Standing Committee on Communications, present the report of the Committee on the Bill further to amend the National Highways Safety Ordinance, 2000 [The National Highways Safety (Amendment) Bill, 2024], introduced by Senator Mohsin Aziz on 29th April, 2024.

Mr. Chairman: Report stands laid. Order No.5. Senator Pervaiz Rashid, Chairman, Standing Committee on Communications, may move Order No.5.

Presentation of Report of the Standing Committee on Communications regarding inordinate delay in the completion of Sukkur-Hyderabad Motorway Project

Senator Pervaiz Rashid: I, Chairman Standing Committee on Communications, present report of the Committee on the subject matter of a Calling Attention Notice moved by Senators Jam Saifullah Khan, Zamir Hussain Ghumro, Muhammad Aslam Abro, Poonjo, Syed Kazim Ali Shah and Qurat-Ul-Ain Marri regarding inordinate delay in the completion of Sukkur-Hyderabad Motorway Project.

Mr. Chairman: Report stands laid. Order No.6. Senator Azam Nazeer Tarar.

Consideration and Passage of [The Elections (Amendment) Bill, 2024]

Senator Azam Nzaeer Tarar: I, Minister for Parliamentary Affairs, move that the Bill further to amend the Elections Act, 2017 [The Elections (Amendment) Bill, 2024], as reported by the Standing Committee, be taken into consideration at once.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اس میں دو lines کی typing mistake تھی وہ درست کی ہے۔

Mr. Chairman: Is it opposed?

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ہمایوں مہمند صاحب نے clear کی ہے۔

Mr. Chairman: Is it opposed?

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! اس میں qualification and disqualification کا nomenclature change کیا ہے۔

Mr. Chairman: It has been moved that that the Bill further to amend the Elections Act, 2017 [The Elections (Amendment) Bill, 2024], as reported by the Standing Committee, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. Second Reading of the Bill, Clauses 2 to 3, we now take up the second reading of the Bill that is clause by clause consideration of the Bill. Clauses 2 and 3 there is no amendment in Clauses 2 and 3 so, I will put these clauses as one question. The question is that Clauses 2 and 3 do form part of the Bill?

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried and Clauses 2 and 3 stand part of the Bill. Now, we may take up the clause 1, the Preamble and the Title of the Bill. The question is that Clause 1 the Preamble and the Title, do form part of the Bill?

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. Clause 1, the Preamble and the Title stands part of the Bill. Order No.7.

Senator Azam Nazeer Tarar: I, Minister for Parliamentary Affairs, move that the Bill further to amend the Elections Act, 2017 [The Elections (Amendment) Bill, 2024], be passed.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill further to amend the Elections Act, 2017 [The Elections (Amendment) Bill, 2024], be passed.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried and the Bill stands passed. Order No.8, Senator Syed Mohsin Raza Naqvi.

Motion under Rule 263 moved for dispensation of Rules

Senator Azam Nazeer Tarar: I, on behalf of Senator Syed Mohsin Raza Naqvi, Minister of Interior, move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirement of Rule 120 of the said Rules, be dispensed with in order to take into consideration the Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024, as passed by the National Assembly.

جناب چیئرمین: یہ ختم ہو جائے پھر کر لیں۔ وہ تو آپ نے پہلے کرنا تھا۔ چلیں اب بھی کر لیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! ویسے تو Business advisory میں بات ہو چکی ہے۔ یہ ایسی کوئی خوفناک چیز نہیں ہے، یہ local government کو strengthen کرنے کے لیے National Assembly میں Committee کے پاس گیا تھا وہاں سے unanimous report ہوئی۔ Floor of the House پر amendments آئیں۔

جناب چیئرمین: وزیر قانون صاحب یہ جو Advisory Committee کی meeting ہوئی تھی آپ موجود نہیں تھے تو ان کو میں نے کہا کہ آپ اپنا objection دے دیں تاکہ ہم پاس کر سکیں۔

Senator Syed Shibli Faraz

سینیٹر سید شبلی فراز: جناب چیئرمین! میں تو اس کو تضحیک سمجھتا ہوں۔ وزیر قانون چونکہ اس ہاؤس کے ممبر بھی ہیں۔ چاہے وہ ایڈوائزری کمیٹی ہو، چاہے وہ floor of the House ہو ہمیں یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ نیشنل اسمبلی سے پاس ہو کر آیا ہے۔ بھئی پاس ہو کر آیا ہوگا۔ ہم نے اپنا mind use کرنا ہے۔ ان کو آپ بھیڑ بکریاں نہ سمجھیں۔ ہم نے اس کو consider کرنا ہے۔ ہمیں یہ نہ کہا جائے کہ دوسرے ہاؤس میں پاس ہو چکا ہے۔ With due respect, would they ever pass a law just because it has been sent from Senate; no, they should not in fact. ہمیں چاہیے کہ ہم ایک ربڑ سٹمپ نہ ہوں۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ ادھر سے پاس ہو کر آگیا ہے۔ بھئی پاس ہو کر آگیا ہو ہم یہاں پر اس قانون کو پھر دیکھیں گے کیونکہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ جناب چیئرمین! اگر آپ کو یاد ہو کہ پچھلے سال بھی اسی طرح کا benign قسم کا بل آیا تھا جس میں یونین کونسلز کو 100 سے 125 کر دیا گیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب لوگ ووٹ دینے کے لیے پولنگ اسٹیشن پر پہنچ چکے تھے لیکن ان کی بدنیتی تھی کہ انہوں نے الیکشن نہیں کرانا تھا تو اس کو ختم کر دیا گیا۔ یہ اس قسم کا مذاق اس ہاؤس کے ساتھ تو نہ کریں۔ اس میں جتنے بھی سینیٹرز آج تشریف رکھتے ہیں ان کا نام history

میں آئے گا کہ ہم ایک ایسے قانون کا حصہ تھے جو کہ ملک، جمہوریت اور اس ادارے کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا کام ہی legislation ہے۔ ہم نے قانون بنانا ہے۔ اگر ان کا صرف یہ کہنا ہے کہ نیشنل اسمبلی سے پاس ہو گیا ہے تو بس پھر اس ہاؤس کو بند کر دیں۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اگر آپ نے اپنے ہاؤس کی عزت بڑھانی ہے تو پھر آپ کو یہاں پر اپنے قوانین ان کے مطابق قانون سازی کرنی ہوگی۔ آپ کو ہر کام کرنے میں جلدی ہوتی ہے۔ مہذب ممالک میں قانون سازی میں سالوں لگتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ چھوٹی سی ترمیم ہے۔ صرف یوں کیا ہے اور ووں کیا ہے۔ قانون میں ساری باتیں اسی طرح ہوتی ہیں۔ تو اگر آپ اس قسم کی چاہتے ہیں کہ رات کو دس بجے آپ نے بل ہمیں بھیج دیا اور دوسرے دن آکر آپ کہیں کہ ہم نے تو آپ کو بل بھیج دیا تھا۔ کوئی بندہ اتنا فارغ نہیں ہے کہ وہ تفصیل کے ساتھ ان قوانین کو دیکھ سکیں۔ ہم نے ایک مشاورت کرنی ہوتی ہے اور اس کے لیے سینیٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹیاں بنی ہیں۔ یہ کمیٹیاں کس لیے بنی ہیں؟ یہ اس لیے بنی ہیں کہ ان میں تمام پارٹیوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اس میں ہر شخص threadbare discussion کرتا ہے۔ Suggestions دیتا ہے کہ شاید یہ بل مزید بہتر ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے رولز بھی بنوائے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان رولز کو بھی آپ ختم کریں کہ یہ ایسے من پسند قوانین کو براہ راست اور فی الفور پاس کر سکیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو ہم نے بھی غلط کیا ہے۔ یہ tradition نہیں چلنی چاہیے۔ اس طرح جو بھی قانون سازی ہوتی ہے اس کی ذمہ داری چیئرمین پر ہوتی ہے۔ اگر ہمارے دور میں بھی ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ Chairman was on board. You should not be on board. You should only be on board with the Senate. آپ جیسی شخصیت جس کا اتنا نام رہا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ دو تین یا پانچ سال کے لیے بھی وہی کر لیں جو یہ کروانا چاہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم آپ کی عزت کرتے ہیں۔ ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ We will not let any blemish on your name. ہم آپ کو یہ یقین دہانی کراتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم چاہتے ہیں کہ

you should become your own man like I am saying to the Senate that you know we should as an entity we must assert ourselves, we must stand our ground and we must

follow the right way which is that any legislation that comes this way, does not really matter from where it comes, but we must follow the due process because we are talking about laws that are going to affect the future of the country.

جناب چیئرمین! یہ صرف اس بل کی بات نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ پہلے بھی بل آتے تھے۔ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ کبھی IMF کا بہانہ بناتے ہیں کہ ان کو جلدی چاہیے۔ ابھی ایک law pass ہو رہا ہے جو کہ interim Government میں پاس کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ یہ تو فنانس کمیٹی میں آپ نے بھیجا نہیں ہے اس لیے یہ تو illegal ہے۔ آپ نئے سرے سے اس کو present کریں۔ یہ بل پاس نہیں کیا تھا بلکہ introduce کیا تھا۔ اس طرح تو ہم پاس نہیں کر سکتے ہیں کہ جو کسی اور نے بنایا ہو۔ اگر ہم نے اس ہاؤس کو respect دینی ہے۔ اگر میں اپنے نام کے ساتھ سینیٹر لکھتا ہوں۔ I want to feel proud. I don’t want to feel ashamed that I am just one of the rubber stamps. یہ ہم سب کو سوچنا چاہیے۔ ہماری request یہ ہے کہ آپ اس کو Standing Committee میں بھیج دیں اور اس پر بحث ہو۔ ہم بالکل support کریں گے۔ اگر یہ law اچھا ہوا تو ہم بالکل support کریں گے۔ اس میں اگر ہم اپنی کوئی addition or subtraction کر سکتے ہیں تو وہ بھی کریں گے۔ وہ بھی consensus سے ہوتا ہے۔ Standing Committees میں everybody almost seizes to be politically one-sided, and this is my ten year experience here in this House, that there we mostly become nonpartisan. ہم بالکل ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ ماحول اس طرح کا ہوتا ہے۔ اس لیے آپ اس کو Standing Committee میں بھیج دیں تو اس سے ہماری عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور بہتر قانون بھی بن جائے گا اور اس کو support بھی مل جائے گی۔ اگر ویسے آپ نے پاس کر دیا تو پھر ہم اس کو قانون نہیں کہہ سکتے۔

جناب چیئرمین: ایک بات میں کر دوں۔ میں حکومت کو یہی advice کروں گا کہ in future آپ کوشش کیا کریں کہ آپ بروقت بھیج دیا کریں تاکہ ہم اس کو Standing Committees میں بھیج سکیں۔ اس کے لیے I am custodian of the House not of the Government تو اس لیے I have to respect the House. اب یہ ہے کہ چونکہ یہ already move ہو چکا ہے۔ It was decided in the Advisory Committee as well کہ آپ اپنا point of view ضرور دیں مگر being the custodian of the House I will get the views of the House. I have to respect their view point as well of the majority. Minister Sahib, you have to put it again.

Senator Azam Nazeer Tarar (Minister for Law and Justice): Sir, I, wish to move under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, that the requirement of Rule 120 of the said Rules, be dispensed with in order to take into consideration the Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024, as passed by the National Assembly.

Mr. Chairman: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried. No cross-talk, please.

سینیٹر سید شبلی فراز: آپ ہاؤس کی نمائندگی کو ignore نہیں کر سکتے۔ ہم نے کہا تھا کہ جو parliamentary leaders ہیں they are empowered enough.

Mr. Chairman: Please take your seats. Senator Mohsin Raza Naqvi Sahib, Order No. 9.

The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024

Senator Azam Nazeer Tarar: I, on behalf of Senator Syed Mohsin Raza Naqvi, Minister of Interior, wish to move that the Bill further to amend the Islamabad Capital Territory Local Government Act, 2015 [The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024], as passed by the National Assembly, be taken into consideration at once.

Senator Mohsin Aziz: Senate be taken as rubber stamp.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں اس پر آپ سے بات کروں گا۔ ماضی کے بھی حوالے دے کر بات کروں گا۔

Mr. Chairman: Is it opposed? It has been moved that the Bill further to amend the Islamabad Capital Territory Local Government Act, 2015 [The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024], as passed by the National Assembly, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is adopted. We now take up second reading of the Bill that is Clause by Clause consideration of the Bill. Clauses 2 to 6. There is no amendment in Clauses 2 to 6. So, I put these clauses before the House as one question. Rule 123 read with Rule 104, the question is that Clauses 2 to 6 do form part of the Bill?

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Clauses 2 to 6 stand part of the Bill. Now, we take up Clause 1, the Preamble and the Title of

the Bill. Rule 112, the question is that Clause 1, the Preamble and the Title of the Bill do form part of the Bill?

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried and Clause 1, the Preamble and the Title, stands part of the Bill.

We now move on to Order No. 10. It stands in the name of Senator Syed Mohsin Raza Naqvi, Minister for Interior. On his behalf, Senator Azam Nazeer Tarar may please move the Order.

Senator Azam Nazeer Tarar: I, on behalf of Senator Syed Mohsin Raza Naqvi, move that the Bill further to amend the Islamabad Capital Territory Local Government Act, 2015 [The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024], be passed.

Mr. Chairman: It has been moved that the Bill further to amend the Islamabad Capital Territory Local Government Act, 2015 [The Islamabad Capital Territory Local Government (Amendment) Bill, 2024], be passed.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The Bill stands passed. We, now, move on to Order No. 11. It stands in the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Withdrawal of The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024

Senator Muhammad Aurangzeb (Minister for Finance and Revenue): Thank you, Mr. Chairman! I seek leave of the House to withdraw the Bill further to amend the Banking Companies Ordinance, 1962 [The Banking

Companies (Amendment) Bill, 2024], as introduced in the Senate on 1st January, 2024.

Mr. Chairman: I, now, put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The leave to withdraw the Bill is granted. We, now, move on to Order No.12. It stands in the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Senator Muhammad Aurangzeb: Thank you, Mr. Chairman! I withdraw the Bill further to amend the Banking Companies Ordinance, 1962 [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024].

Mr. Chairman: The Bill stands withdrawn. We, now, move on to Order No. 13. It stands in the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Withdrawal of The Deposit Protection Corporation (Amendment) Bill, 2024

Senator Muhammad Aurangzeb: Thank you, Mr. Chairman! I seek leave of the House to withdraw the Bill to amend the Deposit Protection Corporation Act, 2016 [The Deposit Protection Corporation (Amendment) Bill, 2024], as introduced in the Senate on 1st January, 2024.

Mr. Chairman: Now, I put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The leave to withdraw the Bill is granted. We, now, move on to Order No. 14. It stands in

the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Senator Muhammad Aurangzeb: Thank you, Mr. Chairman! I withdraw the Bill to amend the Deposit Protection Corporation Act, 2016 [The Deposit Protection Corporation (Amendment) Bill, 2024].

Mr. Chairman: The Bill stands withdrawn. We, now, move on to Order No. 15. It stands in the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Introduction of [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024]

Senator Muhammad Aurangzeb: Thank you, Mr. Chairman! I introduce the Bill further to amend the Banking Companies Ordinance, 1962 [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024].

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. We, now, move on to Order No. 16. It stands in the name of Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance and Revenue. Please move the Order.

Introduction of [The Deposit Protection Corporation Act (Amendment) Bill, 2024]

Senator Muhammad Aurangzeb: Thank you, Mr. Chairman! I introduce the Bill further to amend the Deposit Protection Corporation Act, 2016 [The Deposit Protection Corporation (Amendment) Bill, 2024].

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. We, now, move on to Order No. 17. It stands in the name of

Senator Ahad Khan Cheema, Minister for Establishment Division. On his behalf, Senator Azam Nazeer Tarar. Please move the Order.

Laying of the Annual Report of the Federal Public Service Commission for the Year 2022

Senator Azam Nazeer Tarar: Thank you, Mr. Chairman! I, on behalf of Senator Ahad Khan Cheema, Minister for Establishment Division, lay before the Senate Annual Report of the Federal Public Service Commission for the Year 2022, as required under sub-section (1) of section 9 of the Federal Public Service Commission Ordinance, 1977.

Mr. Chairman: The report stands laid. We now move on to Order No. 18. There is a Calling Attention Notice in the name of Senator Abdul Shakoor Khan. Please raise the matter.

(Interruption)

Mr. Chairman: Before taking up Order No. 18, we first take up Order No. 20. It stands in the name of Senator Atta-ur-Rehman. On his behalf, Senator Kamran Murtaza.

Consideration and Adoption of an Amendment in sub-rule (1) of Rule 167 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012

Senator Kamran Murtaza: Thank you, Mr. Chairman! I, on behalf of Senator Atta-ur-Rehman, seek leave of the House under sub-rule (4) of Rule 278 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, to move that in Rule 167, in sub-rule (1),

for the word “eight”, the word “fifteen” shall be substituted.

Mr. Chairman: The question is that whether the Member has leave of the House for moving of the amendment or not. So, I put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: We now move on to Order No. 21. It stands in the name of Senator Atta-ur-Rehman. On his behalf, Senator Kamran Murtaza.

Senator Kamran Murtaza: Thank you, Mr. Chairman. I, on behalf of Senator Atta-ur-Rehman, move that the proposed amendment in Rule 167 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012, be taken into consideration and adopted.

Mr. Chairman: I, now, put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The proposed amendment is adopted/passed. I request Senator Sherry Rehman and other parliamentary leaders to give the names of Senators who want to speak on the matter. Yes, Senator Aimal Wali Khan.

Futher discussion on the recent deteriorating law and order situation in Balochistan resulting in loss of precious lives of civilians and law enforcement agencies’ personnel

Senator Aimal Wali Khan

سینیٹر ایمل ولی خان: شکریہ، جناب چیئرمین! یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں آپ کے سامنے You as Chairman and myself as a Member کیونکہ

ایک تاریخ ہے کہ جب میرے والد National Assembly کے ممبر بنے تھے تو اس وقت آپ سپیکر قومی اسمبلی تھے۔so it is an immense pleasure for me ابھی آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا، میں اس کے لئے بھی آپ کا مشکور ہوں۔ بلوچستان میں ابھی جو واقعات پیش آئے ہیں وہ حقیقتاً دردناک ہیں۔ کوئی بھی انسان جس کے سینے میں دل ہو تو اسے ایسے واقعات دیکھنے سے خوف اور ہراس آتا ہے۔ ایسے حالات میں بہت آسان ہوتا ہے کہ ہم کسی پر بات ڈالیں۔ چونکہ اس وقت ایک حکومت بیٹھی ہے تو یہ آسان ہے کہ ہم اس مسئلے کا بوجھ حکومت وقت پر ڈالیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام جانیں۔ اس مسئلے پر اور پاکستان میں اس سے جڑے دیگر مسائل پر سنجیدگی سے بات اور بحث ہو۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ یہ ایوان بنے ہی بحث مباحثوں کے لئے ہیں۔ چاہے وہ قومی اسمبلی ہو یا سینیٹ، یہاں کوئی اس وجہ سے تقریر نہیں کرتا کہ point scoring ہو بلکہ یہی تقاریر وہ بحث و مباحثے ہیں جو تاریخی طور پر پارلیمان کے تصور کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ بھی بدقسمتی سے تاریخ کے ساتھ جُڑا ہوا ہے کہ طاقتور لوگ بحث اور مباحثہ سن نہیں سکتے۔ یہ تاریخ ہے لیکن پارلیمانی نظام میں ہر کسی کو یہ سوچنا چاہیے کہ طاقت کی کرسی ساری زندگی نہیں ہوتی۔ آج آپ اُدھر بیٹھے ہیں، کل آپ اِدھر تھے۔ ہم تو نئے سینیٹرز آئے ہیں۔ جو آج اِدھر بیٹھے ہیں، یہ کل اُدھر تھے۔ کل کا کسی کو نہیں پتا کہ کون اُدھر ہوگا اور کون اِدھر ہوگا۔ بدقسمتی سے جب ہم بنیاد پر بات کرتے ہیں تو افسوس یا تکلیف اِدھر اُدھر شروع ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب مسائل، نہ حکومت کے ہاتھ اور بس کی بات ہے اور نہ اپوزیشن کے ہاتھ اور بس کی بات ہے۔ These are deep-rooted problems. جو ہمارے ریاستی problems ہیں، Mr. Chairman, sorry to say, آج جس چیز کو ہم فساد کہہ رہے ہیں اور دنیا کو یہ سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ فساد ہے، یہی ریاست پاکستان نے تیس، چالیس سال اس کو جہاد کہا ہے اور جہاد کے نام پر اس کو promote کیا ہے۔ جس کو ہم دہشت گردی کہنا چاہتے ہیں، اسی دہشت گردی کو ہم نے cold war کے بعد اپنے ہمسایہ ملک افغانستان کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی دہشت گردی کو، اسی انتہا پسندی کو promote کیا ہے۔ پاکستان کا کوئی شہری کیا یہ بات نہیں جانتا کہ پاکستان میں باقاعدہ ان لوگوں کے training centres رہ چکے ہیں۔ کیا نظریہ ضیاء الحق کا کسی کو نہیں پتا کہ ہم نے اپنے ملک کو اس داؤ پر لگا دیا ہے، ہم دنیا کا طاقتور ترین ملک ہیں، اس کے لیے ہم کردار ادا

کرتے ہیں، وہ کردار یہ ہے کہ ہم نے مذہب، انتہاپسندی اور جہاد کو امریکہ کے ذریعے promote کیا ہے، ہم نے امریکی جہاد کو promote کیا ہے اور اس میں ہم نے اپنی زمین کو استعمال کیا ہے، ہم نے اپنے قوم کے بچوں کو استعمال کیا ہے۔ اس کے بدلے میں ریاست پاکستان کو ہزاروں، لاکھوں، اربوں ڈالرز آئے ہیں۔

جناب! اس مسئلے کو تھوڑا آگے دیکھا جائے۔ On the floor of the House اسامہ بن لادن کو شہید بولا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان میں دس فیصد آبادی بندوق والی دہشت گرد ہے تو پاکستان کی باقی نوے فیصد میں سے 80% آبادی دماغی، ذہنی دہشت گرد ہے۔ جناب چیئرمین! پرانی باتیں چھوڑ دیتے ہیں، ابھی جب افغانستان میں regime change ہوا تو دونوں طرف بیٹھے ہوئے لوگ، یہ شاید خود نہیں ہوں گے لیکن ان کی پارٹی کے نمائندگان نے نعرہ تکبیر اور اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ دونوں طرف یہ اعلانات ہوئے کہ افغانستان میں غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ دونوں طرف، دونوں بڑی پارٹیوں میں نظریاتی extremists بیٹھے ہیں۔ Sir, I am sorry to say. میرے سامنے بات ہوتی ہے، میرے بزرگ، میرے محترم، میرے والد کے بڑے قریبی اور میں literally ان کو چچا یا تایا سے کم نہیں سمجھ سکتا، قائد ایوان National Action Plan کی بات کرتے ہیں۔ National Action Plan, جس طرح ہم کہتے ہیں کہ 1973 کا آئینِ پاکستان بہترین کاغذ کا ٹکڑا ہے جو پاکستان کو ملا ہے لیکن اس پر عمل کرنے کی جو حالت ہے، وہ ہم سب کو پتا ہے۔ جناب! اسی طرح National Action Plan دہشت گردی کے خلاف بہترین کاغذ کا ٹکڑا ثابت ہوا ہے، اس پر آج تک عمل نہیں ہوا ہے۔

(Desk thumping)

سینیٹر ایمل ولی خان: اور عمل نہ کرنے والوں میں دونوں شامل ہیں۔ جو تالیاں بجا رہے ہیں، انہوں نے بھی نہیں کیا۔ میں آتا ہوں، sorry to say, جناب! نہ میں حکومت کا نمائندہ ہوں، نہ اس وقت اپوزیشن کا نمائندہ ہوں، نہ سینیٹر ہوں اور نہ میں کسی ایک قوم کی طرف سے بول رہا ہوں، میں بطور ایک عام پاکستانی جو ہر پاکستانی کے دل کی بات ہے، میں وہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں پختون، بلوچ، سندھی، ہم سب پاکستانی ہیں۔ یہ مسئلہ اگر بلوچستان پر آیا ہے تو ہمارے دل کانپتے ہیں بلوچستان والوں کے ساتھ۔ اگر اس میں پنجاب کے شہریوں کے ساتھ ظلم ہوا ہے، باخدا یہ ہمارے

اپنے بھائی ہیں۔ جس طرح اپنے بھائیوں پر ظلم ہو گا، جتنی تکلیف ہو گی، اتنی ہی تکلیف ہمیں ان مظلوم لوگوں پر ہوئی ہے، پنجاب کے ہوں، سرائیکی ہوں یا جہاں کے بھی ہوں۔

جناب! نیشنل ایکشن پلان میں ایک بنیادی بات تھی، جناب! تھوڑا وقت لوں گا، کہ سہولت کار کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔ جناب! سہولت کار کیا ہوتا ہے، کوئی غریب آدمی جس کے گھر میں دہشت گرد نے رات گزاری ہو گی، وہ سہولت کار ہے یا سہولت کار وہ ہے جس نے دہشت گرد کو کھانا کھلایا ہو گا نہ جانتے ہوئے کہ یہ دہشت گرد ہے یا نہیں ہے۔ یا وہ لوگ سہولت کار ہیں جنہوں نے جناب! 102 دہشت گرد قیدیوں کو رہا کیا ہے۔ کیا وہ سہولت کار ہیں یا نہیں؟ ان دہشتگردوں میں butcher of Swat تھا، ان دہشت گردوں میں جس کی بات ہوئی، جس واقعے کے بعد نیشنل ایکشن پلان بنا ہے۔ آرمی پبلک سکول واقعے میں جو بنیادی بندہ شامل تھا وہ ان 102 قیدیوں میں تھا اور جناب عارف علوی کے دستخط پر وہ 102 قیدی رہا ہوئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ سائیکل چور، گاڑی چور یا کوئی بے چارہ جو نشے میں پکڑا گیا، ان کو کیوں جیل میں رکھا ہے۔ یہ جیل خانے خالی کرو، جب آپ قوم کے دہشت گردوں کو، اے پی ایس کے ظالموں کو، رہا کر رہے ہو تو پھر یہ قیدی نمبر 6 ,5 ,804 یہ جو کمزور ہیں، ان کو باہر نکال لیں، ان کا کیا قصور ہے؟ ویسے ہی جیل بھرنے ہیں آپ نے؟ جناب! میرے خیال میں جن لوگوں نے reconciliation کی ہے، اب وہ جو بھی ہیں، تاریخ کا حصہ ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے معذرت خواہ ہوں لیکن مجھے پتا ہے کہ ان سے نہ پوچھا گیا ہو گا، نہ ان سے مشورہ لیا گیا ہو گا لیکن جو جنرل فیض، جنرل باجوہ، عمران گٹھ جوڑ، وزیراعلیٰ پختونخوا محمود خان اور ایک ٹٹو اُدھر بیٹھا ہوا ہے sorry to mark my words, سیف نام ہے اس کا، جو ہر وقت مل جاتا ہے۔ جناب! میں ان کے خلاف عدالت گیا کہ بابا یہ reconciliation کے نام پر اس قوم کے ساتھ مذاق ہوا ہے۔ کن terms and conditions پر 40 ہزار دہشت گردوں کو آپ اپنے ملک میں لا کر settle کر رہے ہیں؟ ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے، ہمیں وہ terms and conditions دکھائی جائیں کہ ان کے ساتھ کیا بات ہوئی ہے، کیا معاہدہ ہوا ہے۔ جناب! میں عدالت گیا، جج کانپتے ہیں کیونکہ جرنیل کا نام سامنے لکھا ہے۔ عدالت میں مذاق بن گیا کہ بھئی یہ ایمل ولی کون ہے۔ بابا ایمل ولی کچھ بھی نہیں ہے، آپ عدالت میں خدارا یہ دیکھو جو ہے۔ جناب! مجھے عدالت نے کہا کہ یہ

ہمارا کام نہیں ہے، یہ حکومت کا کام ہے۔ میرے بڑے قریبی ہیں، ابھی بھی PM Sahib, میں پچھلے دور میں وہی درخواست لے کر ان کے پاس چلا گیا کہ جناب! وزیر اعظم! اس ملک کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے اور ان چھ بندوں نے اس ملک کے مستقبل کا فیصلہ کیا ہے اور 40 ہزار دہشت گردوں کو لا کر پاکستان میں resettle کیا ہے، جناب! ان کے خلاف کوئی judicial inquiry کرکے ایک کمیشن بنایا جائے تاکہ ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ بھائی! آپ کو نمبر ایک، کیا تکلیف ہوئی، ایسی کون سی الجھن تھی کہ آپ چالیس ہزار دہشت گردوں کو لا کر اپنے ملک میں settle کر رہے ہیں۔ نمبر دو، ان کو کس معاہدے کے تحت آپ نے لا کر settle کیا ہے۔ وہ میں نے پرائم منسٹر صاحب کو دیا، پرائم منسٹر صاحب ہنس پڑے۔ میں نے کہا جناب! Accept نہیں کرتے تو reject کردیں لیکن خدارا! اس کو ٹوکری میں نہ ڈالیں۔ جناب! میری وہ درخواست آج تک مجھے پتا نہیں چلا کہ accept ہوئی ہے یا reject ہوئی ہے۔ جناب! میں پھر آپ سے، اس chair سے، درخواست کرتا ہوں کہ جب تک ہم سہولت کار ختم نہیں کرتے، جب تک پاکستان کے معاشرتی علوم اور دوسری کتابوں سے اور پاکستان کے اداروں کے نظریے سے ہم دہشت گردی یا دہشت گردانہ نظام ختم نہیں کرتے، یہ مسئلے ختم نہیں ہوں گے۔

Sir, I request you to form an inquiry committee on this reconciliation and you as a member of that party

جو عوامی نیشنل پارٹی کے بعد پاکستان کی سطح پر اگر دہشت گردی یا اس mind-set کے خلاف قربانی کسی نے دی ہے تو یہ حقیقت ہے کہ وہ پاکستان پیپلز پارٹی نے دی ہے۔ آپ کا اس پر ایک clear stance ہے، آپ کی لیڈرشپ کا اس پر ایک clear stance ہے۔ وہ تو خیر کبھی کبھی 70s کا jihadism سامنے آجاتا ہے، I am sorry to say ادھر بھی jihadism ہے لیکن میں ان سب میں دیکھتا ہوں تو literally میں request کرتا ہوں کہ ایک انکوائری کروائیں۔ آج کل وہ ویسے بھی مسئلوں میں ہیں، ابھی والوں کو چھوڑ دیں، پرانے کو پھر کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔ اگر ایک انکوائری کمیٹی بنائی جائے جس میں جناب عارف علوی، اس وقت کے صدرِ پاکستان، جناب عمران نیازی، اس وقت کے وزیرِ اعظم، جناب جنرل باجوہ، اس وقت کے آرمی چیف، جناب جنرل فیض، اس وقت تک تو ہے، کورٹ مارشل ہوتا ہے تو پھر دیکھیں گے، اس کے ساتھ ساتھ محمود خان، اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ، اس کے ساتھ ساتھ اس وقت بھی انفارمیشن منسٹر تھا اور آج بھی وہ بندہ

انفارمیشن منسٹر ہے، جو بیرسٹر سیف نام کا ہے، ان کے خلاف ایک انکوائری کمیٹی بنائی جائے کہ کس طرح یہ reconciliation ہوئی۔ کم از کم قوم کے سامنے وہ کاغذ لایا جائے کہ اس کاغذ کے تحت یہ reconciliation ہوئی۔

جناب! اگر ہم مسائل پر آواز نہیں اٹھائیں گے تو مسائل مزید ہوں گے۔ میں نے پچھلی مرتبہ بھی جب request کی اور میری ناراضی اسی بات پر آئی کہ مجھے bill سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ I understand ان سب کا bill سے لینا دینا نہیں ہے۔ جو ہوتا ہے ہوتا رہے، ادھر ہے، اُدھر ہے، کدھر ہے؟ اندر سے دیکھ کر تو الحمدللہ، پتا چلتا ہے، وہ کسی نے ربڑ اسٹیمپ کی بات کی، ربڑ اسٹیمپ تو بڑی عزت دار چیز ہے، ہمارے لوگوں کو دیکھ کر تو بے چاری ربڑ اسٹیمپ بھی شرما جائے۔

جناب! میرا مسئلہ شہید سینیٹر ہدایت آف باجوڑ تھے۔ میں نے بار بار request کی کہ جناب! میں بات کرنا چاہتا ہوں، مجھے کچھ مسائل درپیش ہیں۔ ان مسائل کا مجھے کچھ پتا چلا ہے، کچھ فیملی کے لوگوں نے ہم سے بات کی ہے، مجھے صرف بات کرنے دیں۔ میرے دل پر بوجھ ہے۔ میں ان کا colleague نہیں تھا۔ اِدھر ان کے بڑے colleagues بیٹھے ہیں اور ان colleagues کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اگر ہمارے ساتھ ایسا کچھ ہوتا ہے اور میرے ان colleagues کو تکلیف ہوتی ہے تو پلیز، وہ تکلیف مجھے نہ دکھایئے گا کیونکہ میں ایسے colleagues چاہوں گا جو میرے لیے آواز اٹھائیں۔ میں ایسے دوست یار چاہوں گا کہ اگر میرے ساتھ ظلم ہوا ہے تو بجائے اس کے کہ میرے پیروں کے پاس بیٹھ کر مجھ پر روئیں، وہ فخر سے بولیں کہ نہیں، ہم بات کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیا مسئلہ تھا اور کیا نہیں تھا اور کیوں میرا یار، میرا دوست، میرا colleague ایسے شہید ہوا ہے۔

(اس موقع پر ایوان میں اذانِ مغرب سنائی دی)

جناب چیئرمین: میں گزارش کروں گا، چونکہ سب ہی بولنا چاہیں گے تو اگر ہم دس دس منٹ مقرر کرلیں تو that will become easier اور سب بات کر سکیں گے۔ ایمل ولی خان! آپ wind up کرلیں۔

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب! سینیٹر ہدایت شہید ہوئے تو دکھایا یہ گیا کہ ایک planted bomb تھا، میرے پورے ملک پاکستان کو یہ دکھایا گیا، پنجاب، سندھ، بلوچستان، ہر بندہ اور میرے

ساتھی سینیٹرز جو بیٹھے ہیں، یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ سینیٹر ہدایت ایک planted bomb کا نشانہ بن کر شہید ہوئے۔ جناب! حقیقت ایسے نہیں ہے۔ یہ جگہ ایسی ہے کہ جہاں road گھروں کے قریب سے گزرتی ہے۔ لوگوں نے ویڈیو میں دیکھا ہوگا کہ ان کی گاڑی ایک گھر کی دیوار سے چپکی ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بالکل ساتھ میں ایک گھر ہے۔ ان گھروں کی معلومات کے مطابق ادھر کوئی نہیں آیا۔ بم کے لیے زمین کھودنا آسان کام نہیں ہے، آپ کو سڑک میں گڑھا بنانا ہوگا، کچھ اور کرنا ہوگا لیکن وہاں ایسی کوئی activity نہیں تھی۔

Sir, to cut it short, I request my House and you to put an inquiry into the incident of shahdat of Senator Hidayat because this will be shocking for everyone as shocking it was for me. What the news in the town is that Senator Hidayat was hit by a drone. Now, who have drones?

خدانخواستہ! اگر TTP یا کسی اور کے پاس drones آ گئے ہیں تو پھر تو Allah may bless Pakistan.

جناب! نمبر دو، اس انکوائری میں ذرا دیکھا جائے کہ سینیٹر صاحب کے کوئی leases اور leases سے جڑے ہوئے کسی ریاستی ادارے کے ساتھ کوئی مسائل تو نہیں تھے۔ Sir, these are the two hints I want to give and I request this whole House to unanimously stand with me in front of you to have an inquiry about the incident. اس معاملے کو judiciary کے حوالے کرتے ہیں یا جس کے بھی لیکن میری درخواست ہوگی کہ دفاعی ادارے کے حوالے نہ کیجیے گا۔ آپ باقی جس کے بھی حوالے کرتے ہیں، میری درخواست ہوگی کہ اس معاملے کی ایک جوڈیشل انکوائری ہو اور سینیٹر ہدایت کے گھر والوں کو پتا چلے کہ ان کا بھائی یا ان کا والد کس طرح اور کیوں شہید ہوا۔

I request this House to stand with me.

جناب چیئرمین: شکریہ، کوئی اور بھی بات کرنی ہے؟

سینیٹر ایمل ولی خان: بس اس پر windup کر رہا ہوں۔ جناب والا! Extremism کسی قوم کا مسئلہ نہیں ہے۔ دہشت گردی پر ہم پہنچتے ہیں کہ دہشت گردی کو قومیت کے ساتھ نہ

جوڑیں۔ خدانخواستہ یہ تاثر جو پورے پاکستان اور پوری دنیا کو دیا گیا ہے کہ پختون دہشت گرد ہیں، بلوچ دہشت گرد ہیں۔ خدانخواستہ یہ کوئی stone age میں رہتے ہیں، بس سب قوم پہاڑوں والی ہے ایسا نہیں ہے بلکہ پاکستان میں دہشت گردی ایک ریاستی مسئلہ ہے۔ I request the government if they can make the security جو بھی authorities ہیں۔ بھائی operation, آپریشن استحکام، آپریشن یہ وہ مذاق ختم کریں۔ دہشت گرد، جو بھی دہشت گرد ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ پہاڑ والا ہے یا زمین والا ہے۔ پختونخوا میں دہشت گرد ہیں، TTP ہے، TTA ہے، القاعدہ ہے اور جس نام کے بھی ہیں ان سب کو ختم کریں قوم کو نقصان نہ دیں۔ بلوچستان میں دہشت گرد ہیں جو بھی دہشت گرد ہیں ختم کریں۔ پنجاب میں دہشت گرد ہیں جو بھی دہشت گرد ہیں ختم کریں۔ سندھ میں کچے کے ڈاکو ہیں ختم کریں۔ اس ملک میں پکے کے ڈاکو ہیں ختم کریں اور جو دہشت گردی نظریہ ہے اس نظریے کو ختم کریں اور وہ ختم تب ہوگا جب ریاست پاکستان بیٹھ کر اپنے ماضی پر اس قوم سے معافی مانگے گی کہ ہاں اس قوم کے ساتھ پچاس سال سے اسلام کے نام پر اور جہاد کے نام پر دھوکہ ہوا ہے وہ دھوکہ مزید اس قوم کے ساتھ نہیں ہوگا۔

جناب والا! پاکستان کی بات آتی ہے، ہم سب کا پاکستان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ پاکستان آباد رہے۔ پختونوں کا پاکستان ہے، پنجابیوں کا پاکستان ہے، سندھیوں کا پاکستان ہے، بلوچوں کا پاکستان ہے، گلگتیوں کا پاکستان ہے، کشمیریوں کا پاکستان ہے، سرائیکیوں کا پاکستان ہے، ہزارہ کا پاکستان ہے اور مہاجر، جناب چیئرمین! مہاجر ایمان کریں گے جو بھی مہاجر ہیں۔ اگر ہندوستان سے آکر مہاجر settle ہوئے ہیں ان کا بھی پاکستان ہے اور اگر افغانستان سے آکر پاکستان میں settle ہوئے ہیں تو ان کا بھی پاکستان ہے۔ یہ جو بات چل رہی ہے اس کو ختم کریں، دہشت گرد کو ختم کریں، شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر انوار الحق کاکڑ صاحب۔

Senator Anwar ul Haq Kakar

سینیٹر انوار الحق کاکڑ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین! کل پرسوں 25 and 26 کی رات کو جو اندوہناک واقعات بلوچستان کے طول و عرض میں وقوع پذیر ہوئے ہیں اس کی نہ صرف میں بلکہ یہ ایوان اور پوری قوم عمومی طور پر غم ناک ہیں اور درد کی کیفیت میں ہیں۔ میں

سمجھتا ہوں ہمارے جو بھی پرانے بیانیے تھے، پرانے زاویئے تھے اور پرانی گفتگو تھی اس کو ایک بار پھر trigger کرکے social media platform پر، mainstream میں، پارلیمنٹ کے فورم پر، State Institution میں، politicians میں اور academia میں اس پرانی بحث کو دوبارہ چھیڑا گیا ہے اور شاید یہ مناسب وقت ہے کہ اب ہم اس بحث کو ایک تنقیدی اور تعمیری انداز میں آگے لے کر چلیں۔

جناب چیئرمین! مختلف اوقات میں ہمارے ہاں تصور جہاد، اس تصور کی application ریاستی پالیسی کے طور پر، پھر اس کے اثرات عمومی طور پر ہمارے معاشرے میں، اس پر ایک سیر حاصل گفتگو پاکستان کے ایک liberal طبقے میں ہوئی ہے، جو left oriented رہا ہے وہ افغانستان کے اس تصور جہاد کی ضد اور مخالفت میں رہا ہے۔ اس کا جو outcome ہوا ہے، ironic یہ ہے کہ جو capitalist دنیا جیتی وہ اس جیت سے تو فائدہ مند اور مستفید ہوئے لیکن جو اثرات تھے وہ ہمارے ملکوں میں خصوصی طور پر افغانستان اور پاکستان میں زیادہ ہیں۔ اس liberal طبقے نے دوسری طرف اگر ethno nationalism کے نام پر بلوچستان کے context پر خصوصی طور پر، اگر تخریب اور terror کسی بھی organization نے اس کو initiate کیا۔ اس کو انہوں نے political problem کے ساتھ جوڑنے کی اور بیان کرنے کی کوشش کی اور جو diagnosis تھا وہ دونوں طرف سے confusing ابھر کر سامنے آ رہا تھا۔ لگ رہا تھا کہ there was a good violence and there was a bad violence وہ violence جس کی بنیاد ایک مذہبی تصور، ایک مذہبی عقیدے کی بنیاد پر ہو اور چونکہ ایک international environment بھی ایسی بن چکی تھی جہاں پر entire international establishment religious violence کو condemn کر رہی تھی اور اس کو contain کرنا چاہ رہی تھی۔ یہ آوازیں اپنے آپ کو mainstream اور مضبوط سمجھ رہی تھیں۔ ساتھ میں ظاہر ہے ہم پر، ہماری سیاسی قیادت پر اور ہماری law and enforcement agencies پر جو اثرات پڑے ہیں اس نے مزید تقویت بخشی لیکن بلوچستان کو خصوصی طور پر اس سے علیحدہ کرکے دیکھا اور سمجھا گیا۔

جناب چیئرمین! مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے ہمارے honourable colleague نے یہاں پر violence کو سمیٹا ہے اور یہ message convey کرنے کی کوشش کی ہے کہ statehood میں، state building میں اور institution building میں violence کا prerogative جو ہے، اس کی management کا جو اختیار ہے وہ صرف ریاست کو ہوگا۔ یہ Westphalian concept of state میں ریاست پاکستان کے پاس اختیار، ریاست ہندوستان کے پاس اختیار، ایران کے پاس، United Kingdom کے پاس اور امریکہ سب کے پاس inherent right ہے کہ اپنی territory میں violence کا manager وہ خود ہوگا۔

جناب! ہمارے ہاں problem یہ آرہی ہے کہ violence کی management جن institutions کی ذمہ داری آئین میں تفویض کی گئی ہے۔ ایک خلیج اور خلاء ان کے بیچ میں پیدا کیا جارہا ہے یا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں اور TTP کے خارجی محاذ پر بھی جن لوگوں کو آپ نے یہ role assign کیا ہوا ہے اگر آپ ان کو بطور villain project کریں گے وہ آپ کے role model and hero نہیں ہوں گے تو یہ جنگ آپ آج سے ہی ہاری ہوئی سمجھیں۔ اس جنگ کی جیت کی ابتدا یہ ہے کہ اس شخص کو اپنا محافظ، اپنے گھر کا محافظ، اپنے محلے کا محافظ، اپنے صوبے کا محافظ اور اپنے ملک کا محافظ تسلیم کریں اور تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ جو lawfare کی ضرورت ہے وہ قوانین کی صورت میں ان کی مدد کرے، اگر equipment کی صورت میں ضرورت ہے وہ اس کی مدد کرے، finance arrange کرنے ہیں اور بیانیہ بنانا ہے۔ یہ تمام multipronged strategy کی جنگ ہے، this is a national war. یہ Frontier Corps کی Pakistan Military کی، ISI کی، MI کی، IB کی کوئی isolated لڑائی نہیں ہے، کیوں نہیں ہے؟

جناب! میں بلوچ terrorist اور خارجیوں کی طرف بھی آتا ہوں۔ وہ آپ کے resolve پر کام کر رہے ہیں کہ آپ ہار کر اور تھک کر یہ لڑائی ترک کر دیں اور پنجاب صوبے کے جو رہائشی ہیں اور جو باسی ہیں ان کو خصوصی طور پر نشانہ بنانے کا مقصد یہ نہیں کہ یہ لڑائی Baloch vs Punjabi کی ہے، میں قطعاً یہ تسلیم نہیں کرتا۔ اگر یہ صورتحال ہوتی کہ ان militants نے

فیصل آباد فتح کرنا ہوتا اور سر گودھا فتح کرنا ہوتا پھر تو یہ Punjabi vs Baloch مجھے سمجھ میں آجاتی۔ ان کا مطمع نظر اتنا ہے کہ جس ریاست پاکستان کے نام سے یہ جڑے ہوئے ہیں اس ریاست کو توڑنے اور اس سے ایک نئی ریاست کی تشکیل دینی ہے اور وہ اس کے custodian میں lead سمجھتے ہیں کہ شاید پنجاب کے رہائشی اس کو زیادہ own کرتے ہیں۔ انہیں جہاں پر کوئی بلوچ نظر آتا ہے جیسے پرسوں محمد ظاہر کی شہادت قلات میں کی گئی۔ وہ پنجابی نہیں تھے وہ نسلاً بلوچ تھے pure blue blooded Baloch تھے لیکن چونکہ وہ ریاست پاکستان کے ساتھ کھڑے تھے وہ پشتون جو ریاست پاکستان کے ساتھ سرائیکی، سندھی بولنے والے جو بھی لوگ اس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، ان پر یہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارے ہاں اس پر ایک سنجیدہ بحث ضرور ہونی چاہیے۔ میرے خیال میں National Security Committee کو constitute کرکے، ہر پارٹی کو نمائندگی دے کر وہاں پر inhouse ایک detailed discussion ہونی چاہیے۔

ہمیشہ آپ کے سامنے دو بیانیے نظر آتے ہیں۔ جو مذہبی بنیاد پر appeasement کرتے تھے وہ بھی ہمارے ہاں یہ argue کرتے تھے کہ جناب! آپ کو TTP سے یا جو بھی مذہبی شدت پسند ہے، ان کے ساتھ گفتگو اور dialogue کا رستہ اپنانا چاہیے۔ اور دوسری طرف ایک طبقہ طاقت کے استعمال پر زور دیتا تھا۔ میری ناچیز رائے اور humble opinion یہ ہے کہ یہ دونوں tools ہیں، dialogue بھی اور application of force بھی with the state. End result کیا ہے، اس پر کوئی بات نہیں کر رہا۔

آخر میں dialogue کی application سے کیا end result چاہتا ہوں؟ یا میں application of force سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں؟ جب تک ہم ان stated goals کو واضح نہیں کریں گے اور اس کے لیے strategy design نہیں کریں گے اور develop نہیں کریں گے۔ بسا اوقات اس میں application of force آپ کو suit کرتی ہے، help کرتی ہے اور بسا اوقات negotiation کو بھی آپ ایک جنگی حکمت عملی کے طور پر استعمال کرتے ہیں provided this کہ آپ کا strategic goal clear ہو۔

یہ خارجی لوگ پاکستان میں کیا چاہتے ہیں؟ یہ پاکستان کے صرف جغرافیے کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے بلکہ پاکستان کے پورے نظام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ یا تو جغرافیہ تبدیل کرنا یا نظام تبدیل کرنا، میرے نزدیک یہ دونوں ایک ہی evil کے مترادف ہیں۔ یہاں پر ایک فرد واحد کی حکومت قائم کرکے، ایک امیر المومنین declare کروا کر جو ہماری طرز زندگی ہے، اس کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے میں اپنے آپ کو کسی بھی خارجی، کسی بھی TTP, کسی بھی TTA سے بڑا مسلمان سمجھتا ہوں۔ اگر بڑا مسلمان نہیں ہوں تو اس جتنا مسلمان ہوں، الحمد اللہ۔ مجھے کسی مکتبہ فکر کی، کسی مسلک کی، کسی صوفی کی، کسی پیر طریقت کی یا کسی عالم کی certification کی ضرورت نہیں ہے کہ میرے ایمان کی سطح کیا ہے۔ یہ قرآن کی رو سے اس کی جو باز پرس یا پوچھ گچھ ہونی ہے وہ آخرت میں حق تعالیٰ کی ہستی نے خود کرنی ہے۔ جو حق اور جو اختیار اللہ کا ہے، وہ حق بندے کو کسی صورت نہیں دیا جا سکتا۔ کسی بندے کے پاس یہ حق نہیں ہے کہ وہ میرے دل کی، میری نیت کی accountability کرکے مجھے یا penalize کرے یا مجھے reward کرے۔

دوسری جانب جیسے کچھ لوگوں نے کہا کہ political instability کی وجہ سے ہوا۔ دیکھیں! میں اس اہم موضوع کو جو political polarization اس وقت ملک میں یا crafted ہے یا genuine ہے، اس کی نظر نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں پر 2002, 2008, 2013, 2018 اور بلوچستان میں یہ مسئلہ اب 2024 میں بھی سلگ رہا ہے۔ یہ مسئلہ ہے کیا؟ یہ جو stated militant terrorist organization ہے، میں دوستوں کو اکثر کہتا ہوں کہ ان کی وکالت اور وضاحت دونوں کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنی وکالت بھی خود کر سکتے ہیں اور وہ اپنی وضاحت بھی خود دیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ان کی stated position قطعاً یہ نہیں ہے کہ آپ نے یہاں کے سیاسی حقوق غصب کیے ہوئے ہیں، یہاں کے election ٹھیک ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے ہیں، یہاں کے economic rights اور political rights violate ہوئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہماری علیحدہ شناخت ہے اور آپ میری سرزمین پر قابض ہو۔ آپ مقبوضہ پاکستان کو represent کرتے ہو اور یہ لوگ کون ہیں، یہ ایک فیصد لوگ ہیں۔ اگر یہ ایک فیصد لوگ نہ ہوتے اور ان کے پاس large section of Baloch society ہوتی تو

یہ arms گولی یا bullet کا سہارا نہ لیتے بلکہ یہ بھی ballot کی طرف آتے۔ یہ ballot کی طرف اس لئے نہیں آرہے کہ ان کو پتا ہے کہ ballot میں ان کو support bases میسر آنی ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ان تمام گروہوں کے ساتھ ایک view یہ آتا ہے کہ ہمیں وہاں پر dialogue کی engagement کرنی چاہیے۔ میں best international practices کا جو published data ہے، جو کتابیں insurgencies پر پڑھائی جاتی ہیں، ان کا حوالہ دیتے ہوئے، جس صاحب کو شوق ہے وہ مجھ سے رابطہ کرلے میں حوالہ دے دوں گا، post second world war میں دنیا میں جتنی بھی insurgencies ہوئی ہیں ان میں insurgents 36% جیتے اور 38% ریاستیں جیتی ہیں۔ whether somebody likes it or not, اس ہار جیت کا فیصلہ battleground پر ہوا ہے۔ جو negotiation and dialogue ہوتے ہیں، وہ post conflict ہوتے ہیں۔ جب ہم بدقسمتی سے 1971 میں ہار گئے تو قادر ملا نے اپنی بندوق مجیب کے قدموں میں رکھی، جو مکتی باہنی کا head تھا۔ Aurora کے ساتھ یہ Negotiations ہو رہی تھیں کہ کتنے قیدی ہوں گے، چھوڑنا ہے یا نہیں چھوڑنا، کیا کرنا ہے۔ Recently when Americans decided to abandon Afghanistan, تو اس abandonment کے sense میں they started negotiating.

میں اس demand کو reiterate کروں گا کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے negotiation کی fallacy, دھوکا، delusion, illusion اس ملک کے لوگوں کو جو کہ بدقسمتی سے بسا اوقات اپنی سادہ لوحی میں اس کو مذہب کی کربت سمجھتے تھے، اس کو پاکستان کے مفاد میں سمجھتے تھے، ان لوگوں کو mislead کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے یہ presume کیا ہوا تھا کہ ان کی informed opinion ہے۔ ان opinion, informed opinion نے اس پارلیمان کو mislead کیا۔

جن صاحب کا field court-martial ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایک سوال اس House کی جانب سے جانا چاہیے کہ یہ negotiation کی جو delusion تھی، یہ

میں، قوم میں اور floor of the House میں کیوں اور کیسے پہنچی گئی۔ کس لیے mislead کیا گیا۔ کیا inadvertently تھا، کیا یہ اس مخصوص شخص کی professional shortcomings تھیں یا کوئی ill intention تھی۔ ان تینوں سوالات کا جواب ہمارے پاس آنا چاہیے۔ آج جو بد قسمتی سے بلوچستان کی زمین پر معصوم لوگوں کی جانیں ان دہشت گردوں نے لیں ہیں، it's high time

ہمیں اپنی Internal confusion دور کر کے میری دوست نے، honourable colleague نے سہولت کار کی بات کی، تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ society میں ایک mental space create کرتے ہیں for the terrorist جو terrorist actual terrorism کر رہا ہوتا ہے، وہ تو دو ہزار، تین ہزار یا چار ہزار لوگ ہوتے ہیں، لیکن society میں mental space آپ ہزاروں، لاکھوں لوگوں کی تعداد میں ان کے لیے create کرتے ہیں۔ کبھی civil rights کے نام پر، کبھی human rights کی violations کے نام پر، کبھی nationalism کے نام پر، کبھی پاکستانی nationalism, کبھی بلوچ nationalism, کبھی Islamic nationalism, کبھی پشتون nationalism, یہ وہ delusional نعرے ہوتے ہیں جب آپ violence کو rationalize کرنا چاہ رہے ہوتے ہیں۔ اس کی acceptability کروانا چاہ رہے ہوتے ہیں۔

خدارا یہ وقت آگیا ہے کہ جس طرح ایک دل میں پورے بدن سے arteries اور veins کے ذریعے دوران خون کی اگر رکاوٹ آجائے تو انسانی بدن کی موت ہو جاتی ہے۔ کسی بھی ریاست میں freedom of movement of its citizen یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسے بد بخت لوگ میں نے دیکھے جنہوں نے comment کیا تھا کہ پنجاب سے مزدور بلوچستان میں کیا لینے جاتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے بدن میں کسی organ سے دل کی جانب خون نہ جائے، یا دل سے واپس تمام organs کی جانب خون نہ آئے، یہ ہو گا تو زندگی ہو گی۔ راست کی روح اور ریاست کی زندگی ان چوبیس کروڑ لوگوں کی بلا خوف و خطر ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے میں پنہاں ہے اور اس کو ensure کرنا پاکستان کے Constitution کی requirement ہے، آئین کی، قانون کی، اخلاق کی، شریعت کی، تمام جو value systems ہیں وہ اس کو support کرتے ہیں۔

ہمیں political differences کو چھوڑ کر، میں اس میں opposition کو بھی دعوت دیتا ہوں، باقی بھی جتنی جماعتیں ہیں، اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔ جو way forward ہے، اپنی constructive تجاویز حکومت کو، treasury benches کو دیں بلکہ ان پر demand رکھیں، ان پر pressure رکھیں کہ end result میں ہمیں ایک peaceful پاکستان چاہیے، ہمیں pluralistic پاکستان چاہیے، ہمیں inclusive پاکستان چاہیے۔ یہ social values settle ہوں گی تو ہماری democracy کی transition ہے، ہم towards settled democracy سفر بھی کریں گے اور ضرور کریں گے۔ پہلے سوسائٹی کے جو بنیادی سوالات ہیں، ان کو address کرنا ضروری ہے، اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو مجھے بڑی تکلیف کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ پھر شاید داستان نہ رہے گی ہماری داستانوں میں۔ اللہ کرے کہ اس situation سے پہلے ہمارے ہاں realization آئے اور مجھے کامل یقین ہے، آپ جیسے اور باقی مختلف سیاسی جماعتوں کے زعماء ہیں۔ میں ایک پریس کانفرنس میں محمود خان اچکزئی صاحب کو سن رہا تھا، ان جیسے لوگوں نے بہت مفید باتیں کیں کہ ایک سنجیدہ debate شروع کریں، کیا طاقت کا استعمال ہونا چاہیے، کیسے ہونا چاہیے یا نہیں ہونا چاہیے۔ Negotiation ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے اور کس کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ان تمام باتوں سے ایک دوسرے پر طنز اور جگت بازی کرنے سے ہٹ کر اس سے delink کرکے ایک صحت مند گفتگو کی طرف آتے ہیں تاکہ ہم ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کر سکیں اور یہ اپنے لیے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کر سکیں۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ شکریہ۔ سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب، پارلیمانی لیڈر مسلم لیگ (ن)۔

Senator Irfan-ul-Haq Siddiqui

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔ میں نے سینیٹر ایمل ولی خان کی بہت عمدہ گفتگو اور ان کے بعد میرے دوست سینیٹر انوار الحق کاکڑ صاحب کی بہت دانش وارانہ گفتگو سنی۔ جناب! یہ بہت ہی ایک المناک واقعہ ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ۔۔۔

Mr. Chairman: Order in the House.

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جی، sorry سینیٹر ایمل ولی خان صاحب۔ ہم نے آپ کی بہت عمدہ تقریر سنی، آپ نے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا اور آپ کے بعد ہم نے سینیٹر انوار الحق کاکڑ صاحب کی نہایت ہی دانش وارانہ، فلسفیانہ اور بہت عمدہ گفتگو سنی کہ یہ ایوان اس انتہائی اہم قومی issue پر تمام زاویوں سے گفتگو کر رہا ہے، تحمل سے باتیں سنی جا رہی ہیں، گفتگو سنی جا رہی ہے اور تجاویز مرتب ہو رہی ہیں۔ یہ بہت بڑا سانحہ ہے جب انسانی خون بہتا ہے اور خون کے کسی قطرے پر کوئی نام نہیں لکھا ہوتا کہ یہ خون پنجابی کا ہے، یہ خون سندھی کا ہے، یہ خون پشتون کا ہے، یہ خون مہاجر کا ہے اور یہ خون بلوچ کا ہے کیونکہ خون خون ہوتا ہے۔ جب خون بہتا ہے اور خون بہانے والے اسی سرزمین سے تعلق کو claim کرتے ہیں لیکن دراصل یہ انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں۔ ہم ان کے حقوق کی کتنی ہی باتیں کریں، کتنا کہیں کہ یہ ناراض ہو گئے ہیں، کتنا یہ کہیں کہ یہ خفا ہو گئے ہیں اور کتنا یہ کہیں کہ ان کی بڑی genuine demands ہیں۔ کوئی genuine demand نہیں ہوتی جو آپ کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کرتی ہے، دوسروں کو قتل کرنے پر مجبور کرتی ہے اور دوسروں کو ان کی شناخت کے حوالے سے مارنے پر مجبور کرتی ہے، یہ انسانیت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کسی بھی حوالے سے چاہے وہ سیاست کا حوالہ ہو، چاہے وہ مذہب کا حوالہ ہو، چاہے وہ انسانی حقوق کا حوالہ ہو، چاہے جو بنیادی انسانی تقاضے ہوں، ان کا حوالہ ہو، جناب! یہ لوگ رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔

جناب! ہمارے ہاں جو معاملہ اب تک چلا آ رہا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم گاہے بگاہے اپنے ہدف سے بھٹک جاتے ہیں، ہمارا جو اپنا target ہوتا ہے، اس سے دائیں بائیں ہو جاتے ہیں۔ ہمارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ سوچ، طرز عمل اور طریقہ کار جو دہشت گردی اور تخریب کاری کی اس بھٹی کو بھڑکاتا ہے، ہم اس کا قلع قمع کیسے کریں۔ ہم ان تجاویز کو مرتب بھی کرتے ہیں، ہمارے سامنے National Action Plan 2014 میں آیا، اب اس کو دس برس ہو گئے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ ان دس برسوں میں ہماری حکومت بھی رہی ہے، اس کے بعد چار سال ایک اور حکومت رہی ہے اور آج پھر ہماری حکومت ہے۔ ہم نے اس وقت جو بیس نکات تیار کئے تھے، اس وقت اتفاق رائے سے مرتب کئے تھے، مجھے معلوم نہیں ہے کہ آج وہ نکات کہاں ہیں، ان پر کتنا عمل ہوا ہے اور ان پر کتنا عمل باقی ہے۔

جناب! دہشت گردی کے حوالے سے ہمارے ہاں مختلف 9 قسم کی دہشت گردیاں ہو رہی ہیں، مذہب کے نام پر ہوتی ہے، آزادی کے نام پر ہوتی ہے۔ آج بلوچستان میں جو کچھ ہوا، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ایک دن میں اتنی لاشیں گری ہوں۔ جنگوں اور بڑی بڑی لڑائیوں میں معصوم انسانوں کی لاشیں جانیں گئیں، جو کوئی گھروں کو جا رہا ہے، کوئی کام کو جا رہا ہے، کوئی کاروبار کو جا رہا ہے، ہم اس کا کس طرح دفاع کریں گے، ہم اس کو کس کھاتے میں ڈال کر معاف کر سکتے ہیں۔ ریاست اگر موجود ہے، میں اپنے حزب اختلاف کے دوستوں کی ہمنوائی کروں گا، ریاست کے اولین فرائض میں یہ چیز کل بھی تھی، ان کے دور میں بھی تھی اور ہمارے دور میں بھی ہے لیکن اس کے لیے یکسو ہونا پڑے گا، اس کے لیے دائیں بائیں کی تمیز اٹھانا پڑے گی۔ جس طرح 2014 میں پشاور کے incident کے بعد ہم سب مل بیٹھے، مجھے یاد ہے اور میں خود اس APC کی meeting میں موجود تھا جس میں عمران خان صاحب بھی تھے، باقی سب جماعتیں تھیں اور سب نے اس میں حصہ لیا اور ہماری حکومت تھی۔ ایک National Action Plan تیار ہوا، وہ Plan ایک خواب و خیال بن چکا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اس کے کتنے خدو خال پر کوئی عمل کیا ہے یا آگے بڑھے ہیں یا پیچھے ہٹے ہیں۔ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ اپنی کارروائیاں کرتے ہیں، خون گرتا ہے، لاشیں گرتی ہیں تو ہمارے اندر ایک تحرک پیدا ہوتی ہے، ہمارے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے، ہم دہشت گردی کے خاتمے کے لیے متحرک ہوتے ہیں۔ جیسے میرے colleagues اپنے جوش و جذبے سے بجا طور پر اظہار کر رہے تھے، ہم سب چاہتے ہیں کہ ان سے انتقام لیں، ہم سب چاہتے ہیں کہ جنہوں نے ہمارے پیاروں کا خون کیا ہے، ہم ان کی بھی لاشیں دیکھیں لیکن جب عمل کی باری آتی ہے اور وقت گزرتا ہے تو ہمارے جذبات آہستہ آہستہ ٹھنڈے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آج کے دن میں ہمارے خون میں گرمی موجود ہے، کل یہ گرمی کم ہو جائے گی، پرسوں اور کم ہو جائے گی اور ہم آہستہ آہستہ بھول جائیں گے کہ 25 یا 26 اگست کی درمیانی رات کو کونسی قیامت آئی تھی۔

جناب! اس کے لیے ایک مشترکہ حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے۔ میرے قائد ایوان نے ایک بڑی اچھی بات کہی تھی، ٹھیک ہے، بات چیت کا دروازہ بند نہ کریں، ہم بات چیت کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتے لیکن بات چیت کے لیے بنیادی شرائط ہوں گی۔ بات چیت وہاں پر ہو گی کہ ہم جس جگہ بیٹھیں گے یا وہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے، اس پر پاکستان کا پرچم لہرا رہا ہو گا، اس پرچم کی چھاؤں

تلے بیٹھیں گے۔ پاکستان کے آئین کی چھاؤں تلے بیٹھیں گے، پاکستان کی دھرتی کے وجود کو تسلیم کریں گے اور اس کے بعد بات کریں گے۔ یہ کوئی حل نہیں ہے کہ ہمارے دشمن آپ کو پیسا بھی دے رہے ہیں، ہمارے دشمن آپ کو ہتھیار بھی دے رہے ہیں، ہمارے دشمن آپ کو وسائل بھی دے رہے ہیں، ہمارے دشمن آپ کو پناہیں بھی دے رہے ہیں اور تم اٹھ کر وہ ہتھیار، وسائل اور طاقت اپنے پیاروں کا خون بہانے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہو۔ اس کی کوئی بھی ریاست اجازت نہیں دے سکتی لیکن جناب! میں دس منٹ سے بھی کم وقت لینا چاہتا ہوں اور اختصار کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کے لیے ایک موثر حکمت عملی کی ضرورت ہے، یہ حکمت عملی صرف گفتگو کے لیے نہیں ہے، صرف بیانیہ تراشنے کے لیے نہیں ہے، صرف طاقت کا جواب طاقت سے دینے کے لیے نہیں ہے۔ یہ وہ جراثیم ہیں، جہاں سے یہ امراض پھوٹتے ہیں، جہاں سے تشدد کی بیماری پھوٹتی ہے اور جہاں سے یہ رجحان جنم لیتا ہے کہ ہم نے اپنی طاقت کے زور پر یہ سلسلہ ہر کہیں جاری ہے۔

جناب! بلوچستان میں جو واردات ہوئی ہے، یہ مکروہ ترین واردات ہے لیکن کیا پنجاب میں نہیں ہے، پنجاب میں طاقت کے زور پر جتھے اپنی بات نہیں منواتے ہیں، منواتے ہیں، ہم سے بھی منواتے ہیں اور بڑے بڑے اداروں سے بھی منوا لیتے ہیں۔ خیبر پختونخوا کے اندر ہو رہا ہے، سندھ میں ہو رہا ہے۔ یہ قومی مرض ہے، یہ قومی طرز فکر مانگتا ہے، قومی planning مانگتا ہے، قومی commitment مانگتا ہے۔ اس لیے بہت ہی اچھا ہو گا۔ یہ جو وفاق کی علامت ادارہ ہے، یہ جو وفاق کی علامت ایوان ہے اس کی ایک کمیٹی بنائیں، اس معاملے پر غور و فکر کریں اور قابل عمل تجاویز مرتب کریں جو ہم حکومت کو بھی دیں اور اس میں سب کی نمائندگی ہو۔ کوئی point scoring نہیں ہونی چاہیے۔ غلطیاں شاید ہم سے بھی ہوئی ہوں گی، یہ بھی بہت بڑی غلطی تھی جس کی طرف سینیٹر ایمل ولی نے اشارہ کیا کہ ہم نے ہزاروں لوگوں کو لا کر بٹھا دیا اور جو جیلوں میں پڑے ہوئے تھے ان کے لیے بھی ہم نے دروازے کھول دیئے، ہمیں نہیں پتا کہ وہ کہاں ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں؟ ابھی فیض حمید صاحب کے حوالے سے یہ باتیں سامنے آ رہی ہیں کہ بہت سے واقعات کے اندر وہ لوگ بھی ملوث تھے جنہیں ہم نے آزاد کیا تھا۔ یہ پالیسی ایسے نہیں کہ آج ہم ہیں تو کوئی پالیسی ہو، کل کوئی اور ہے تو کوئی اور پالیسی ہو، پالیسی ایک ہی رہنی چاہیے اور وہ قومی پالیسی ہونی چاہیے۔

دہشت گرد کا کوئی نام نہیں ہے، کوئی پہچان بھی نہیں ہے، کوئی قومیت بھی نہیں ہے، اس کا نام بھی کوئی نہیں ہے، دہشت گرد صرف دہشت گرد ہے۔ دہشت گرد کو، تخریب کار کو، قومی سلامتی کو للکارنے والے کو، بندوق کے زور پر اپنے مطالبات منوانے والے کو ہمیں اسی سکے میں جواب دینا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ہمارا پورا syllabus بدلنا ہوگا، ہماری درسگاہوں کا درس تدریس بدلنا ہوگا۔ لوگوں کے ذہن بدلنے ہوں گے، ذرائع ابلاغ پر غور کرنا ہوگا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا کو دیکھنا ہوگا کہ وہ کتنی آگ بھڑکا رہا ہے، یہ کوئی آسان مسئلہ نہیں ہے، اسے ہم قومی مہم کے طور پر لیں گے تو پھر بات آگے بڑھے گی، پھر اچھے نتائج نکلیں گے۔ میرا خیال یہ ہے کہ بہت سے احباب ہیں ان سب کو موقع ملنا چاہیے، میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں اس آخری التجا کے ساتھ کہ اس طرح کے واقعات کو ہمیں بہت سنجیدگی سے لینا چاہیے اور وقتی طور پر نہیں لینا چاہیے۔ ہماری یہ آگ جو آج دلوں میں سلگ رہی ہے یہ کم از کم بہت سے دنوں تک زندہ رہنی چاہیے، اس وقت تک جب تک ہم کوئی ٹھوس اور قابل عمل تجاویز مرتب کرکے اس حکومت کی رہنمائی نہیں کرتے، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر شیری رحمان صاحبہ، پارلیمانی لیڈر پاکستان پیپلز پارٹی۔

Senator Sherry Rehman

سینیٹر شیری رحمان: جناب چیئرمین! شکریہ۔ مجھے یہاں سے تنقید کی جا رہی ہے کہ آپ دو منٹ تقریر کریں، بالکل آپ جیسے کہیں گے لیکن موضوع بہت سنجیدہ ہے اور ہم سب اس کی جتنی مذمت کریں وہ کم ہے جو اس وقت بلوچستان میں ہوا ہے۔ یہ باتیں ہم کرتے آئے ہیں سال ہا سال سے کرتے آئے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ نے خود دیکھا ہے کہ کتنے ادوار میں ہم نے کتنے action plan بنائے، کتنی اس پر تقریریں کیں، اس کی کتنی مذمتیں کیں اور کتنی اجتماعی دانش استعمال ہوئی، چاہے وہ TV talk shows ہوں، ایوان ہوں اور یہ ایوان سب سے بالا ہے تو پھر اکثر و بیشتر اس ایوان کی بات تو مجھے لگتا ہے سنی نہیں جاتی اس حوالے سے کہ اس ایوان نے بہت موثر تجاویز دیں ہیں دہشت گردی خاص طور سے ریاست کے خلاف جو دہشت گردی ہوتی ہے اور ملک کے شہریوں کے خلاف جو دہشت گردی ہوتی ہے۔ جس طرح اس وقت بلوچستان میں ہوئی ہے اس قسم کی دہشت گردی کے خلاف جو واضح طور پر simple دہشت گردی ہے اس میں کوئی لگی لپٹی نہیں ہو سکتی۔

بہت سی باتیں کی جارہی ہیں کہ یہ کوئی ethnic cleansing تھی اور یہ لسانیت کی بنیاد پر تشدد ہو رہا ہے۔ نہیں، یہ plain and simple اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ یہ دہشت گردی ہے اور اس کے لیے میں سمجھتی ہوں جو پارلیمان نے پہلے بھی باتیں کی ہیں، تجاویز دیں ہیں، کمیٹیاں بنائی ہیں، national security resolutions pass کیے ہیں، سب کچھ کیا ہے، ہماری قومی سطح کے سیکورٹی اہلکاروں کے ساتھ اور سب کے ساتھ بیٹھ کر sittings کی ہیں اور مجھے ایک بات اس وقت سمجھ آتی ہے کیونکہ بہت اہم باتیں کی گئی ہیں، میں ان کو repeat نہیں کروں گی۔

جناب چیئر مین! ہم سب جانتے ہیں کہ اس بات سے سب کا دل جلتا ہے کہ پاکستان بار بار دہشت گردی کی لپیٹ میں آتا ہے، لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں کہ مجھے یاد ہے کہ ہم قومی اسمبلی کے فورم میں بیٹھے تھے اور وہاں پر پچھلے سال میں ہمارا کوئی joint session ہو رہا تھا، I think PTI کی حکومت تھی، اس وقت میں کسی پر کوئی finger point نہیں کر رہی ہوں لیکن وہاں واضح طور پر جب میں نے سوال کیا کہ دہشت گرد کون ہیں کیونکہ وہاں پر سوالات کم ہو رہے تھے؟ کیونکہ ہمیں نظر آرہا ہے کہ جو سہولت کاری فاضل سینیٹر ایمل ولی خان نے کی تھی ہمیں تو وہ نظر آ رہی ہے، تو کچھ کو آپ transition کرنا چاہتے ہیں into society اور transition into society تو ایک خاص standard پر ہوتا ہے، ایک red line ہوتی ہے وہ discussion ہو رہا تھا کہ یہ تو ہمارے بچے ہیں، اگر کسی کو یاد ہو آپ اس meeting میں ہوں گے Parliamentary Leaders تھے ہر پارٹی سے تین لوگ تھے کہ یہ ہمارے بچے ہیں تو ,excuse me یہ آپ کے بچے کیسے ہیں؟ کل کے بچے آج کے دہشت گرد بن گئے ناں۔ میں نے آپ کی حکومت کا نام نہیں لیا لیکن تائید کی گئی تھی کہ کچھ اچھے terrorists ہیں اور کچھ برے terrorists and that is ridicules and its non-negotiable, there is no such thing as a good terrorists or a bad terrorists, there is no such thing as a good Taliban or a bad Taliban, میں طالبان کی بھی بات نہیں کر رہی ہوں، دہشت گرد ہے جو ہتھیار اٹھا رہا ہے، ریاست کے خلاف اٹھا رہا ہے، ریاست کی monopoly جو violence پر ہوتی ہے اس کو challenge کر رہا ہے، وہ کسی بھی ریاست یا ملک میں دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! آپ خود جانتے ہیں کہ میں پیپلز پارٹی سے ہوں، دہشت گردی کے حوالے سے ہماری شہادتیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بیٹے پتا نہیں کتنے سال تک kidnapped رہے، دہشت گردوں نے ہی کیا تھا ناں۔ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے۔ محترمہ کی شہادت دہشت گردوں نے کی، انہوں نے للکارا تھا جو اس وقت کوئی نہیں کہہ رہا تھا کہ میں سوات میں پاکستان کا جھنڈا واپس لگاؤں گی۔ اس وقت اس جلسے میں ان کے ساتھ میں بیٹھی تھی کہ دہشت گرد نے پاکستان کا جھنڈا ہٹایا تھا تو اس جلسے میں انہوں نے کہا تھا کہ ہم پاکستان کے جھنڈے کو واپس لگائیں گے کوئی نہیں ہٹا سکتا لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ ہم سب نے دیکھا ہمارے National Action Plan بنے اور پاکستان نے آپ کی حکومت کے دوران وہ کر کے دکھایا اور پھر اس کے بعد بھی یہ بات چلتی رہی کہ 80 ہزار سے 90 ہزار ہماری شہادتیں ہوئیں، اس میں ان گنت ہمارے فوجی اور بے قصور شہری شہید ہوئے۔ ہر روز جو حالات ہوتے تھے، 2013 تک یہ چل رہا تھا، 2011-2012 میں آپ نے مجھے زبردستی باندھ کر Ambassador بنا کر بھیج دیا تھا، yes it is correct اور اس وقت پاکستان اکیلے ساری دنیا میں کھڑا تھا۔ افغانستان کی front line تھی ادھر آپ کے فوجی بھی لڑ رہے تھے، ہمارے جوان شہید ہو رہے تھے۔ ہماری society افغانستان سے penetrate ہو رہی تھی، TTP آ رہی تھی اور ان کے اور بہت نام تھے اور آپ کو یاد ہے جناب چیئرمین۔ اگر آپ ان کو ban کرتے تھے تو وہ دوسرے نام سے نکلتے تھے۔ آج کیوں وہ حالات پھر سے ابھرنے کو آ رہے ہیں۔ یہ سوال ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا پڑے گا کہ, what have we done about it کیوں یہ باتیں سامنے آ رہی ہیں۔

ہم نے پاکستان میں counter terrorism کے وہ operations کیے ہیں جو دنیا میں کہیں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ پاکستان میں actually کامیاب ہوئے، جہاں کی conventional forces نہیں جانتی تھیں کہ terrorism کا asymmetric warfare کیا ہوتا ہے لیکن سیکھتے سیکھتے سیکھے اور جناب چیئرمین ایک وقت آیا کہ اب ہم notice بھی نہیں کرتے جب اچھائی چل رہی ہوتی تو ہم دوسرے مسائل میں پڑے رہتے ہیں لیکن دہشت گردی ہماری TV screen سے چلی گئی اور ہم نے ایک comprehensive policy بنائی آپ نے اس وقت پارلیمان کا ایک joint session کرایا۔ میں بار بار repeat کروں گی،

you took Parliament very seriously, President Asif Ali Zardari took Parliament very seriously چار دن ہم کھڑے رہے۔ آپ نے مجھے بھی کھڑا رکھا as your Information Minister چار دن آپ help کرتے تھے کچھ سوالوں کے ساتھ۔ آپ خود وہاں بیٹھے رہتے تھے joint session close session چلا ہے۔ اس میں آپ نے سب کو satisfy کیا، سارے opposition کو بھی satisfy کیا تھا ناں۔ You must remember that very clearly because we all paid a heavy price for that before that and after that آپ کی خود کی فیملی نے pay کیا۔ پیپلز پارٹی کے گھر سے اور میں ANP کو ضرور کہوں گی کہ دہشت گردی کے حوالے سے وہاں سے شہادتیں ہوئی ہیں اور ہم اسے کبھی lightly نہیں لیں گے اور نہ کبھی اس طرح کی بات کریں گے کہ یہ human rights کا مسئلہ ہے۔ یہ نہیں ہے۔ دیکھیں ہم سب human rights کے activists رہے ہیں، جب کوئی نہیں بولتا تھا تو ہم سب کے لیے بولتے تھے لیکن آج جو معاشرہ بنا ہے، جناب چیئرمین میرے فون پر اس وقت کچھ چیزیں آئی ہیں، I wish that I could share it with you کہ بلوچستان میں جس قسم کی radicalization ہوئی ہے اور یہ بہت سے علاقوں میں ہوئی ہے، یہ صرف بلوچستان کی بات نہیں ہے مگر بلوچستان کا case ہمیشہ سے ایک الگ رہا ہے، let's not only confuse it with terrorism, وہ رہا ہے اور وہاں اگر محرومی تھی، سیاسی محرومی ہو گی، اقتصادی محرومی ہو گی یہ تو ہم بلوچ لوگوں سے خود پوچھیں تو جو بھی تھی یا ہے اس پانی یا اس گدلی جھیل میں آپ کے ہمسائے نے جو گند ڈالا ہے اور جو زہر گھولا ہے وہ اب نظر آ رہا ہے۔ میں کبھی human rights کو confuse نہیں کرتی، I will pay with my own life for it مگر میں کبھی confuse نہیں کرتی with the person who has got up the Indian flag right now. مودی کا جھنڈا لے کر کھڑے ہیں، twitter پر ڈال رہے ہیں، اس پر ان کا نام ہے، اپنے اپنے ناموں سے ڈال رہے ہیں۔ یہ ملک سے بغاوت ہے، اسے human rights activism نہیں کہتے ہیں، یہ ملک سے سراسر بغاوت ہے۔

جو ہم پر charges لگے، مجھ پر لگے، آپ کی فیملی پر تو بہت لگے، کبھی ملک یا ریاست کے خلاف ہم نے چوں تک نہیں کی، پیپلز پارٹی کے کسی بندے کی زبان سے اف تک نہیں نکلا، ہم نے ہر جگہ جا کر پر امن احتجاج کیا۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے خود شہادت کا پیالہ نوش کیا لیکن پیپلز پارٹی نے اپنے آپ کو جلا لیا لیکن ملک کو کبھی نہیں جلایا۔ زرداری صاحب نے چودہ سال prison میں گزار لیے مگر کسی کو یہ نہیں کہنے دیا کہ آپ لوگ پولیس والی سے بدتمیزی تک کریں گے۔ ان کے دور میں جب وہ گھر سے لینے کے لیے آئے تھے تو انہوں نے پہلے کہا تھا کہ انہیں پہلے چائے پلاؤ، تماشہ نہیں کرو۔ آپ بالکل جواب لے لیں بی بی۔ آپ اس وقت بھی سیاست کر رہی ہیں۔ میں اس وقت آپ کے ساتھ سیاست نہیں کھیل رہی ہوں۔ سب کو سیاست کرنے کا حق ہے صرف آپ کو ڈنکا لگانے کا حق نہیں ہے۔ رلانا چاہوں تو میں بھی آپ کو اس وقت رلا سکتی ہوں مگر یہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وقت سوچنے کا ہے، ہمیں اجتماعی سوچ اور دانش لگانی چاہیے، اور اپنے دل سے کام کرنا چاہیے۔ پاکستان جب خطرے میں آتا ہے تو آپ بھی خطرے میں آتے ہیں۔ یاد رہے آپ کا یہ سارا احتجاج کسی معنی میں نہیں آئے گا اگر ملک کو آپ اور خطرے میں ڈالیں گے۔

Mr. Chairman: Address the Chair please.

Senator Sherry Rehman: Please, I am not addressing you, I am addressing the Chair and I am saying Mr. Chairman, things have gone too far, we have to stop differentiating who is a good terrorist and bad terrorist, or who is a good militant or who is a bad militant.

کوئی ڈاکو ہو تو اس کی ہم نے سرپرستی نہیں کی ہے لیکن کچھ ادوار میں یہاں پر militancy کی جو سرپرستی ہوئی ہے اس کا بھی مجھے جواب چاہیے۔ ان کا کورٹ مارشل ہو رہا ہو گا۔ جب somebody is down تو میں کچھ نہیں کہتی لیکن بات یہ ہے کہ وہاں کہا گیا تھا، میرے تین چار سوالوں پر کہا گیا تھا، سارے وہاں بیٹھے تھے اور کہا گیا تھا کہ یہ ہمارے بچے ہیں تو آپ کے وہ بچے اب کیا گل کھلا رہے ہیں۔ اب یہ طے ہو جائے کہ یہ کوئی بچے نہیں ہیں اور کوئی نیا militant پیدا نہیں کیا جائے گا to neutralize democratic forces also جو ماضی میں ہوا۔ ہمیں اپنے ماضی سے سیکھنا ہے اور ہمیں یاد رکھنا ہے کہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف وہ کام کیا ہے جو

کوئی ملک نہیں کر سکا، عراق نہیں کر سکا، امریکہ نہیں کر سکا، بیس سال افغانستان میں بیٹھے رہے ہیں
اور جو mess ہے وہ ہمارے لیے چھوڑ کر گئے ہیں کہ نہیں؟ چھوڑ کر گئے ہیں and they
made no mistake about it اور اس میں revolving door of
terrorist کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں۔ ہم بے شک اکیلے کھڑے ہوں گے Pakistan
is not isolated, it is a responsible nuclear power, we can certainly deal with terrorists the way, we dealt with 26 different groups of terrorists in your term as Prime Minister. I remember every talking point, I remember every single time there was attacks, there were five attacks a day very often, big ones, but we dealt with it. آپ
نے روز کے اشتہارات چلوائے کہ دہشت گردی کیا ہے، اس کا خاتمہ کیوں کرنا ہے، آپ نے پارلیمان
کو استعمال کیا، آپ نے society کو mobilize کیا، آپ نے سب کچھ کیا۔ اگر ہم کرنا چاہتے ہیں
تو اسی بوسیدہ National Action Plan کو نکالیں، there is no need to
reinvent the wheel. APS واقعہ کے بعد جو ہوا وہ National Action Plan
بھی میرے laptop میں پڑا ہے، ساری جماعتوں نے اس میں اپنا حصہ ڈالا تھا، PTI نے بھی کیا تھا،
اس پر سب agreed تھے، وہ ہمارے پاس پڑے ہیں لیکن پارلیمان کو جواب دہی کروائیں، there
must be oversight, because tomorrow we can go horribly wrong, for once we are trying to reset our entire compass against terrorism, let us not go wrong this time,
let’s be clear کون دہشت گرد ہے اور کون activist ہے اور ہمیں اس وقت بالکل نظر آ
رہا ہے، آپ بسوں سے لوگوں کو نکال نکال کر ان کے شناختی کارڈ check کر کے انہیں بہیمانہ طور سے
قتل کرتے ہو، شہید کرتے ہو، یہ کہیں کا انصاف نہیں ہے، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، یہ بربریت ہے
اور ہمیں اسے اسی طرح سے by-law deal کرنا ہوگا،

we are a State, that will stand united against terrorism and I think today is a time for Parliament to resolve that we must submit our recommendations which we have done repeatedly Mr. Chairman. You can make your

committee, we will submit them again and we will submit them again as long as it takes. Thank you very much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر منظور احمد کاکڑ صاحب، پارلیمانی لیڈر BAP پارٹی۔

Senator Manzoor Ahmed

سینیٹر منظور احمد: شکریہ، جناب چیئرمین! تمام جماعتوں کے پارلیمانی لیڈران اور تمام جماعتوں نے تفصیلاً اس مسئلے پر debate کی ہے اور یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ ایک سیاسی سوچ، سیاسی بصیرت اور سیاسی نظریہ رکھتے ہیں۔ میں یہاں ایک بات کہوں گا کہ اس وقت ملک کے جو حالات ہیں، یہاں پر موجود لوگ مختلف جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں، جماعتوں کے ساتھ ساتھ اپنی سوچ، فکر اور نظریہ رکھتے ہیں لیکن جماعتوں کو ایک طرف رکھ کر ہمیں پاکستان کے لیے، پچیس کروڑ عوام کے لیے ایک مثبت سوچ اور healthy debate کے ساتھ چلنا چاہیے۔ تنقید برائے تنقید تو اس ایوان میں چلتی رہی ہے، جو واقعات بلوچستان میں ہوئے ہیں میں ان کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہوں، چاہے وہ کچے کے ڈاکوؤں کا واقعہ ہو جہاں پر شہادتیں ہوئی ہیں۔

جناب چیئرمین! اس کی جو history ہے یہ 2000 سے چلی آرہی ہے۔ اگر ہم پیچھے چلے جائیں، پتا نہیں کیوں ہم ماضی سے کچھ نہیں سیکھتے ہیں، ہمیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ ماضی کی غلطیوں سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ 2000 میں دہشت گردی کی ایک لہر چل پڑی تھی، 2014 میں ان دہشت گردوں کا خاتمہ ہوا تھا وہ سب کو پتا ہے اور سب کے سامنے ہے لیکن اس کے باوجود ہم نے اس پر کوئی سوچ، کوئی فکر یا کوئی healthy debate نہیں کی ہے۔ ہمارے اوپر جب کوئی آفت آتی ہے چاہے وہ قدرتی ہو، دہشت گردی کے حوالے سے ہو یا کچھ اور ہو تب اس بابت ٹی۔وی پر، talk shows پر یا head lines پر یہ چیزیں چلتی ہیں۔ اس کے بعد اس بارے میں ہم کبھی بھی نہیں سوچتے ہیں۔

(اس موقع پر جناب ڈپٹی چیئرمین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی جاری رکھیں۔

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! جو واقعات بلوچستان میں ہوئے ہیں جس میں معصوم جانیں گئی ہیں۔ جو غریب تھے بسوں میں سفر کرتے ہیں ایک صوبے سے دوسرے صوبے جانا۔ ہمیں زبانوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ہمیں لسانیت کے مختلف فرقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ میں پشتون ہوں،

پٹھان ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہے، اس میں کوئی دو رائے ہے ہی نہیں۔ بلوچ، پنجابی، سرائیکی، فارسی جو بھی زبان بولتا ہو وہ پاکستان کا باشندہ ہے۔ پاکستان کا وفادار ہے لیکن یہاں پر میں نے اس تقسیم کو پروان چڑھایا ہے اگر میں یہ بات کروں کہ میں پاکستانی ہوں، سندھ میں آگ لگے تو پنجاب کو وہ آگ بجھانی چاہیے، بلوچستان کو وہ آگ بجھانی چاہیے، خیبر پختونخوا کو وہ آگ بجھانی چاہیے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ سندھ آگ میں جل رہا ہے تو کیا پنجاب بچے گا یا بلوچستان بچے گا تو یہ ہم غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ہمیں اس وقت مسئلہ در پیش ہو رہا ہے، یہاں پر سہولت کار کے حوالے سے کافی بات ہوئی ہے اور مختلف چیزوں اور points پر بات ہوئی ہے۔

بلوچستان میں یہ جو واقعات ہوتے ہیں اب سمجھ یہ نہیں آتی کہ ہم دانستہ طور پر اس طرح کی باتیں کرتے ہیں یا لاعلمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ حکومت جب کوئی فیصلہ کرتی ہے، ریاست کوئی فیصلہ کرتی ہے کہ check post لگائے جائیں تو سب سے پہلے میں کھڑا ہوتا ہوں کہ check post کو ختم کر دیا جائے۔ جب check posts ختم کر دیے جائیں گے تو پھر اس طرح کے واقعات رونما تو ہوں گے۔ آپ دہشتگردوں کو کھلی آزادی دے رہے ہیں کہ وہ آرام سے وہاں آئیں اور دو تین گھنٹے اپنی کارروائی کرکے معصوم جانیں لے کر چلے جائیں۔ اس میں جو ہمارے پنجابی بھائی شہید ہوئے ہیں، پشتون شہید ہوئے ہیں، بلوچ شہید ہوئے ہیں اور جو باقی سب شہید ہوئے ہیں وہ سب پاکستانی ہیں۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ یہ جو سلسلہ چل رہا ہے جن لوگوں نے ریاست کے خلاف بندوق اٹھالی ہے آپ ان کو relief کیسے دے سکتے ہیں۔

جس نے ریاست کے خلاف، State کے خلاف بندوق اٹھالی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا agenda ہے وہ اس پر کام کر رہا ہے۔ یہاں جو سہولت کار بیٹھے ہوئے ہیں ماضی میں بہت کچھ ہوا ہے ہم نے اس کو نظرانداز کیا اور اب ہم دوبارہ اس دہشتگردی کی لپیٹ میں آ رہے ہیں۔ اگر ہم اسی وقت ایک فیصلہ کر لیتے APS, Police Line, Training Police Centre والے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ وکلا برادری والا واقعہ جس میں تقریباً 150 لوگ شہید ہوئے، ہمارے High Court Judges کو شہید کیا۔ ہمارے sitting DC کو شہید کیا گیا۔ اسی طرح اور ہمارے Professors, Doctors کو بھی شہید کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے لیکن ہم نے اس کے اوپر کبھی بھی بات نہیں کی پھر ہم کہتے ہیں کہ ان سے

سے Parties ہوتی ہیں تو politically negotiations کریں۔ اگر negotiations ہوتی ہیں، ان کے ساتھ کرنی چاہیں۔ جتنی بھی قوم پرست Parties ہیں، باقی Parties ہیں ان کے ساتھ بیٹھ کر آپ dialogue کر سکتے ہیں آپ ضرور کریں لیکن جس نے ریاست کے خلاف بندوق اٹھائی ہے آپ اس کے ساتھ dialogue کیسے کر سکتے ہیں؟

وہ معصوم جانوں کو شہید کر رہے ہیں، وہ کسی کا بیٹا تھا، وہ کسی کا باپ تھا، وہ کسی کا بھائی تھا لیکن انہوں نے ان کو بسوں سے اتار کر گولیاں مار کر شہید کر دیا اور ان کو پنجاب بھیج دیا، آپ نے ان کو واپس بلوچ belt میں بھیجوا دیا، آپ نے پشتون belt میں ان کو بھجوا دیا۔ ہمیں ایک بات نہیں بھولنی چاہیے کہ آپ جس region میں رہ رہے ہیں وہ region Gwadar CPEC کا ہے۔ آپ کو اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو اس وقت کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہا۔ آپ ایٹمی قوت ہیں آپ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں دی ہیں ان کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

جب CPEC complete ہو گا تو آپ کا پاکستان، بلوچستان، آپ کی معیشت اور استقامت سب کچھ اس میں آجاتا ہے لیکن پاکستان کے خلاف جو International game چل رہی ہے، جرمنی میں پاکستان کا جھنڈا گرایا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے یہاں پر بات ہوئی کہ بلوچستان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بلوچستان بالکل ہاتھ سے نہیں نکلے گا، 1% لوگوں کی باتوں سے بلوچستان ہاتھ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ ابھی بھی بلوچستان کے لوگ چاہے بلوچ ہوں، چاہے پشتون ہوں، چاہے ہزارہ سے ہوں، چاہے پنجابی ہوں، چاہے کوئی بھی قوم ہو، قوم محب الوطن ہے۔ قوم پاکستان سے محبت کرتی ہے۔

میں ہمسایہ ملک میں اپنا جھنڈا لے جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان میں 14th August کو دوسرے ممالک کے جھنڈے لہرائے جاتے ہیں۔ ہم کیا message دینا چاہتے ہیں اگر میں حکومت کی writ نہیں رکھوں گا، اگر میں حکومت کو مضبوط نہیں کروں گا، اگر میں یہ فیصلہ نہیں لوں گا تو پھر میرے ساتھ لازمی ایسا ہی ہو گا۔ اس ملک نے مجھے عزت دی ہے، اس ملک نے مجھے پہچان دی ہے، اس ملک نے مجھے سب کچھ دیا

ہے لیکن اگر میں 76 سالوں کو دیکھوں یہاں کھڑے ہو کر یہ ہی کہوں گا کہ ہم نے اس ملک کو کچھ بھی نہیں دیا۔

ہماری جو 25 کروڑ عوام ہے، ہماری جو youth 65% ہے اس کو ہم کیا دے رہے ہیں۔ ہم نے ان کو کوئی message دیا ہے، کوئی policy دی ہے۔ ان کی بہتری کے لیے ہم نے یہاں پر کوئی debate کی ہے؟ اپنے بچوں کے مستقبل کے لیے کچھ سوچا ہے؟ جب ہم ان کے لیے نہیں سوچیں گے، جب ہم 25 کروڑ عوام کے لیے نہیں سوچیں گے تو وہ 25 کروڑ عوام، ہماری youth ہمارے بچے، ہمارا مستقبل کہاں جائیں گے؟ کس در پر جائیں گے۔ ہمیں اس پر بھی سوچنا چاہیے، ہمیں اس کے اوپر بھی debate کرنی چاہیے۔ مہنگائی کہاں پہنچ گئی ہے۔ یہ چیزیں ہمارے ذہن میں ہونی چاہیں۔ یہاں پر جو باتیں ہوئی ہیں National Action Plan کے تحت تمام Parties کو ایک page پر آنا ہو گا۔ اس میں scholars کو بھی بیٹھنا چاہیے، اس میں علماء کرام کو بھی بیٹھنا چاہیے even جو ہمارے باہر بیٹھے ہوئے intellectuals ہیں ہمیں ان کو بھی بٹھانا چاہیے اور اس پر debate کرنی چاہیے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔

ہم ہر دفعہ آرام سے ساری چیزیں Agencies پر ڈال دیتے ہیں کہ یہ یہ یہ یہ۔۔۔ ہم خود اپنی forces کو بدنام کر رہے ہیں، ہم خود ان کو controversial بنا رہے ہیں۔ جنہوں نے اس ملک کے لیے اتنی شہادتیں دی ہیں، اسی مٹی کے لیے، میرے اور آپ کے لیے۔ جب region میں CPEC آیا ان چیزوں کو ہمیں دیکھنا چاہیے، اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس پر غور کریں گے اس کی فکر کریں گے تب ہم اپنے targets achieve کر سکتے ہیں، اپنے goals achieve کر سکتے ہیں لیکن اگر میں اور آپ آپس میں دست و گریبان رہیں گے اور ایک دوسرے کی تذلیل کرتے رہیں گے اور television کی زینت بننے کے چکروں میں رہیں گے تو پھر یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہو گا۔ جناب چیئرمین! ابھی بھی وقت ہمارے پاس ہے۔ آئیں مل کر ایک page پر ہو کر جو ایک فیصد لوگ ہیں کیا ان کو جواب نہیں مل سکتا۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ ہم نے ان کے ساتھ negotiation کرنی ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ dialogues کرنے ہیں یا ریاست بخوبی سمجھتی ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ یہاں پر جو ہم آپریشن کی بات کرتے ہیں اگر 2000 سے لے کر 2014 تک وہ آپریشن نہ ہوتے، خدانخواستہ بلوچستان کے حالات اس سے زیادہ

خراب ہوتے لیکن جناب چیئرمین ! اس میں جو قربانیاں سویلین، ہماری فورسز، ہماری ایجنسیوں، ہماری لیویز اور ہماری پولیس نے دی ہیں ان کی بدولت میں اور آپ آج پاکستان کی کھلی فضا میں گھوم رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پھر بھی ہمارے پاس وقت ہے کہ آئیں مل کر بیٹھیں اور اس پر ہم ایک مثبت بحث کریں۔ ہم اپنے ملک کے لیے سوچیں اور ملک کی سلامتی کے لیے سوچیں۔ 25 کروڑ عوام کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری پالیسیاں بنی چاہییں کہ ہم نے ملک کو آگے کیسے لے کر جانا ہے۔ ہم نے معیشت کو کیسے مضبوط کرنا ہے۔ اگر اس قسم کے حالات بلوچستان، خیبر پختونخوا، سندھ یا پنجاب میں چلتے رہے تو آپ کے پاس دنیا سے کوئی investor نہیں آئے گا۔ جب آپ کے پاس کوئی investor نہیں آئے گا تو اس ملک میں investment ہی نہیں ہوگی۔ جو دنیا چاہتی ہے اور جو ہمسایہ ممالک چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کوئی ترقیاتی کام نہ ہو۔ وہ ہمیں معاشی طور پر مزید کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔ جناب چیئرمین ! ان باتوں پر ہمیں سوچنا ہوگا۔ آئیں ان باتوں پر سوچیں۔ جناب چیئرمین ! شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر محسن عزیز صاحب۔

Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: جناب چیئرمین ! بہت بہت شکریہ۔ میں سب سے پہلے بلوچستان میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی ہے اور جو اشخاص ان میں شہید ہوئے ہیں اور پنجاب میں جس طریقے سے دہشت گردی ہو رہی ہے۔ کچے کے علاقے میں لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اس طریقے سے خیبر پختونخوا میں جو آئے روز وہاں پر دہشت گردی ہو رہی ہے میں ان کے خاندانوں سے اس کی مذمت کرتا ہوں۔ میں ان سب خاندانوں سے تعزیت کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین ! میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم سب نے مل کر یہ سوچنا ہے کہ دہشت گرد، یہ ڈاکو، یہ چور اور یہ ڈکیت آیا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ وہ کونسے واقعات ہیں۔ وہ کیا وجوہات ہیں جو ہمیں اس طرف دھکیلتے ہیں یا ایسے کونسے معاملات ہیں کہ جس کی وجہ سے یہ دہشت گرد بنتے ہیں۔ آیا ان کے ساتھ یا ان کے خاندان کے ساتھ یا ان کے علاقے میں کوئی ایسی کارروائی ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے بندوق اٹھانے پر یہ لوگ مجبور ہو جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ یہ دہشت گرد یا ڈاکو جس وقت وہ دیکھتے ہیں کہ حکومت کی رٹ نہیں ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے علاقے میں چھوٹا بدمعاش بنتا ہے۔ اس کے بعد وہ چور بنتا ہے اور اس کے بعد وہ ڈاکو بنتا ہے۔ جب وہ ایک menace بن جاتا ہے تو اس وقت حکومت جاگتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے کہ آج کے حالات ہیں۔ حکومت کی رٹ بہت کمزور ہے۔ اس میں اس طرح کے واقعات بڑھ جاتے ہیں۔ جب مہنگائی بہت زور پر ہوتی ہے تو اس طرح کے واقعات بڑھ جاتے ہیں۔ جب بے روزگاری زور پر ہوتی ہے تو اس طرح کے واقعات بڑھ جاتے ہیں۔ میں کسی طریقے سے justify نہیں کرنا چاہتا لیکن جب ہم parliamentarians یہاں پر بیٹھے ہیں تو ہمیں ان تمام چیزوں کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ آیا ایسی کیا بات ہے کہ ہم پچھلے 50 سالوں سے دہشت گردی کے نرغے میں آئے ہوئے ہیں اور اس سے ہم نکل نہیں پا رہے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ جب ایک طرف ملک میں مہنگائی کا دور دورہ ہو۔ ایک طرف Government کی رٹ نہ ہو۔ ایک طرف بے روزگاری ہو۔ ایک طرف حکومت اپنی حکومت کو بچانے میں مصروف ہو تو یہ خبر تو سب کے پاس ہے۔ ایسے موقع پر جب ہم کہتے ہیں کہ banana republic یا might for right republic بن جاتی ہے۔ جب وہ بن جاتی ہے تو پھر اس کو توڑنا مشکل بن جاتا ہے۔ میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کچے کے ڈاکو ایک دن میں پیدا ہوئے۔ نہیں، کچے کے ڈاکو پیدا کیے گئے۔ کچے کے ڈاکو جتنی ہماری معلومات ہیں کچے کے ڈاکو کو پہلے پیدا کیا گیا۔ پہلے ان کو وہاں کے وڈیروں نے زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے بندوق پکڑائی۔ اس کے بعد وہ بڑھتے بڑھتے آج اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ منسٹریوں میں جا کر فون کرتے ہیں کہ میرا نام آپ نے شامل کیوں نہیں کیا اور میرا نام کیوں شامل کیا ہے۔ اس حد تک حکومت کی رٹ کمزور ہو چکی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایک طرف صحیح یا غلط آپ نے ایک افغان پالیسی بنوائی۔ آج سے کچھ ماہ پہلے ہم نے کہا کہ افغانستان کے لوگ جو پاکستان میں رہائش پذیر ہیں وہ دو ماہ میں یہ وطن چھوڑ کر چلے جائیں۔ کہا گیا کہ پندرہ دن کا مطلب ہے پندرہ دن۔ پھر اس میں ایک آدھے ہفتے کی extension دی گئی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ آیا وہ adopt کیا گیا۔ نہیں adopt کیا گیا۔ کیوں نہیں کیا گیا۔ میں آج خاص طور پر جس طرح منظور کاکڑ صاحب یہ بات کر رہے تھے۔ میں تو آج بار بار یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ ہم سب کو اکٹھا ہونا ہے۔ ہم سب نے اکٹھے ہو کر اس وطن کو اور اپنے ملک کو بچانا

ہے۔ ہم پاکستانی ہیں۔ ہم سب پاکستانی ہیں لیکن پھر افسوس کی بات ہے کہ جب یہاں پر بات شروع ہوتی ہے تو وہ موڑ گھڑ کر سیاست پر آ جاتی ہے۔ میں اس ایوان میں ان ممبران سے پوچھنا چاہتا ہوں جو ابھی تقاریر کر رہے تھے اور ایک پارٹی کا نام لے رہے تھے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جس وقت پاکستان میں ڈرون حملے ہوتے تھے وہ کس کی ایما پر ہوتے تھے۔ آپ کی ایک sovereign state ہے۔ آپ کی state پر جب ڈرون حملے ہوتے تھے تو وہ کیوں ہوتے تھے۔ کیوں نہیں روکا جاتا تھا۔ آیا اس وقت کس کی حکومت تھی۔ اس وقت حکومت کیوں خائف تھی۔ اسی طریقے سے میں آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت good and bad terrorists نہیں تھے بلکہ good and bad *Taaliban* تھے۔ یہ کس کے وقت میں تھے۔ Good and bad *Taaliban* تو ایک عام لفظ تھا جس سے ہم واقف ہیں۔ جس سے خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے لوگ واقف ہیں۔ سارا پاکستان میرا ہے۔ سندھ اور پنجاب بھی میرا ہے مگر بلوچستان اور خیبر پختونخوا بھی میرا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے قربانیاں دیں۔ سب سے زیادہ terrorist attacks کہاں پر ہوئے۔ ان دو صوبوں میں ہوئے۔ ان دو صوبوں میں اقتصادی طور پر تباہی مچ گئی۔ ان صوبوں میں جانی، معاشی اور مالی طور پر نقصان ہوئے۔ اس کے بعد میں افسوس سے کہتا ہوں کہ پاکستان کے لوگ ہمیں بھول گئے کہ ان لوگوں کی rehabilitation کیسے ہو گی۔ یہاں پر انڈسٹری کیسے لگے گی۔ یہاں پر روزگار کے مواقع کیسے پیدا کیے جائیں گے۔ میرا بل ابھی تک تذبذب کا شکار ہے۔ میرا وہ بل سامنے نہیں آ رہا ہے۔ کسی زمانے میں 13 فیصد وہاں پر loan تھا آج ہمیں central bank ایک فیصد loan دیتا ہے۔ کیوں! کیونکہ وہ خائف ہے۔ This is a no go area. کیوں! ہمارا کوئی قصور ہے۔ ہم نے پاکستان کو بچایا یا پاکستان کے لیے ہم نے بندوق اٹھائی یا پاکستان کے against اٹھائی۔ یہ تمام معاملات ہیں جن کو ہمیں یہاں پر بیٹھ کر discuss کرنے چاہییں۔ بات یہ ہے کہ الزام بازی کی بات نہیں ہے۔ بعض لوگ آج بھی ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں۔ میں ان الزامات میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ as a Pakistani کہ پختونخوا اور بلوچستان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ National Action Plan کو کیوں پس پشت کر دیا گیا۔ اس پر عمل درآمد کس نے روکا اور کیوں روکا گیا۔ اس پر بات کرنی چاہیے۔ اس پر ہمیں بحث

کرنی چاہیے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ NACTA جو بنی تھی اس کو کس حکومت نے دفن کر دیا۔ آج تک وہ دفن ہے۔ حکومت کے بعد دوسری حکومت آتی ہے لیکن NACTA کی باتیں ہم نے بہت سنی ہیں لیکن اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اس کا قصوروار کون ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ جہاں پر تمام stakeholders اور جہاں پر تمام پارٹیاں مل جل کر بیٹھیں۔ ہمیں اس چیز سے باہر نکلنا ہے کہ آج ایک ہی دشمن ہے اور اس ایک ہی دشمن کے پیچھے لوگ لگے ہوئے ہیں۔ وہ دشمن نہیں ہے بلکہ وہ بھی پاکستانی ہیں۔ ہم سب ایک پارٹی سے ضرور belong کرتے ہیں۔ ہمارا بھی اپنا ایک نظریہ ہے لیکن سب سے پہلے نظریہ ہمارا پاکستان ہے۔ پاکستان کی بقا اور ترقی ہے۔ اس کا طریقہ کار مختلف ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ وہاں پر کوئی یہ سوچ ہی نہیں رکھتا کہ اس طرح کی گفتگو کی جائے۔ آپ کس سے گفتگو کریں گے۔ آپ مانتے ہیں یا نہیں مانتے کہ سب سے بڑی اور سب سے largest party اس وقت PTI ہے مگر آپ اس سے بات کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ ایسے موقع پر آپ کی بات کیسے آگے چلے گی اور کیوں کر چلے گی۔ جو adult franchise ہے، جو ووٹ کا تقدس ہے، اگر آپ اس کے تقدس کو پامال کریں گے تو تمام دنیا ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے لوگ آپ کو ایسا کرتے دیکھ رہے ہیں۔ شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ دینے سے یہ نہیں کہ دنیا آپ کو نہیں دیکھ رہی بلکہ دنیا آپ کو دیکھ رہی ہے۔ میں یہ بالکل چاہتا ہوں کہ اس پر ایک joint strategy ہونی چاہیے کہ ہم ملک کو کیسے آگے لے کر چلیں گے، اسے اقتصادی طور پر کیسے آگے لے جائیں گے اور employment کیسے create کریں گے۔ یہاں یہ بات ہورہی ہے کہ باہر کی investment آنی چاہیے جبکہ ابھی تو اپنی investment بھی رک گئی ہے اور یہ باہر جارہی ہے۔ آپ کیسے باہر کی investment کی بات کر رہے ہیں؟ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کس طرح ہم نے ملک کو آگے لے کر جانا ہے۔ جو خرافات ہیں، ہمیں ان سے خود کو نکالنا ہے اور خود کو ایک sovereign country, ایک ابھرتی اور بڑھتی ہوئی nation کے حساب سے آگے لے کر جانا ہے۔ یہ پردہ داری اب ختم ہونی چاہیے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں اور آپ مجھ پر لگائیں۔ اب یہ الزامات کی سیاست ختم ہونی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ملک کو مزید نیچے جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی as we have already hit the bottom. یہ جس کا بھی قصور ہے، اس سے بالاتر ہو کر آج مل کر بیٹھیں ورنہ خاکم بدہن یہ

حالات ہمیں ایک خطرناک طرف لے کر جا رہے ہیں۔ جب employment نہ ہو، مہنگائی ہو، بجلی کا بل ادا نہ کیا جا سکے، education نہ ہو اور اوپر سے یہ terrorist activities ہوں۔ میں پھر یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ میں کسی کو کسی بھی طریقے سے defend نہیں کر رہا لیکن ایک بھوکے پیٹ سے آپ کچھ بھی expect کر سکتے ہیں۔ ایک بھوکا پیٹ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ جب writ of the government نہ ہو، وہ dilute ہو جائے، جب لوگ دیکھیں کہ اس کی کوئی legitimacy نہیں ہے اور وہ کمزور ہے تو اس کے بعد اس قسم کی mushroom growths ہو جاتی ہیں۔ ہم نے انہیں ہر حالت میں اور کسی بھی طریقے سے روکنا ہے کیونکہ انہیں روکنے کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی اور چارہ نہیں ہے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی سینیٹر آغا شاہ زیب درانی۔

Senator Agha Shahzaib Durrani

سینیٹر آغا شاہ زیب درانی: شکریہ، جناب چیئرمین! ایک روز قبل بلوچستان میں ایک بڑا دلخراش واقعہ پیش آیا۔ اس واقعے میں میں یہ نہیں کہوں گا کہ کسی خاص ethnicity یعنی بلوچ، پنجابی، پشتون یا سندھی شہید ہوئے بلکہ پاکستانی شہید ہوئے۔ اس سارے واقعے کو دیکھ کر اور ایوان میں ساری بات چیت سن کر مجھے 25 سالہ پرانی ایک کہاوت یا debate کا ایک topic یاد آیا۔ اس وقت یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی لیکن اب سمجھ آتی ہے۔ اس کا title یہ تھا کہ: We have learnt from history that we do not learn from history. بلوچستان کے مسئلے کو دیکھنے کے لئے ہمیں اس کی تاریخ، ماضی اور حال کا study کرنا پڑے گا۔ چونکہ یہاں وقت کی پابندی ہے تو میں اسے اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہوں گا۔ 11 اگست 1947 کو بلوچستان کو British Raj سے آزادی ملتی ہے۔ 11 اگست 1947 کو خان آف قلات یہ decide کرتے ہیں کہ ہم پاکستان میں شامل ہوں گے تو بلوچستان 11 اگست کو ہی پاکستان بن چکا تھا۔ جیسے کہ ہمیں اپنے کپڑوں پر جھنڈا لگانا پڑتا ہے to show our solidarity and to prove that we are Pakistani تو اسی طرح بلوچستان سب سے پہلے پاکستان بنا تھا۔ بلوچستان نے سب سے پہلے پاکستان کا نام لیا تھا اور پاکستان کو choose کیا تھا۔ اس کے بعد کچھ غلطیاں state سے بھی ہوئیں چاہے وہ 1948, 1958, 1971, 2000s or 2018

میں ہوں۔ میں 2018 کی بات اس وجہ سے کر رہا ہوں کیونکہ یہ ایک deeply rooted issue ہے اوراس وقت بھی ایک political uncertainty لائی گئی۔ وہاں ایک stable حکومت تھی لیکن ایک شخص جس کا ابھی court martial ہو رہا ہے، اس نے ایک planned طریقے سے وہاں کی حکومت گرادی۔

جناب! 2013 میں بھی بلوچستان کے حالات بڑے خراب تھے۔ Insurgency کے واقعات تھے۔ آئے دن دھماکے ہو رہے تھے۔ لاشوں کی بھرمار تھی لیکن 2013 کے بعد ایک حکومت آئی اور اس نے ایک principled decision لیا اور جیسے Leader of the House نے بیان کیا کہ 2013 سے 2017 تک ہم نے یہ لڑائی لڑی۔ اس لڑائی میں ہم نے 70ہزار جانیں بھی گنوائیں لیکن 2018 تک اس insurgency پر کافی حد تک قابو پا لیا تھا۔ 2018 کے بعد ایسا کیا ہوا، یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ ہم Federation کی زیادتی کی بات کرتے ہیں۔ زیادتیاں ہوئی ہیں لیکن کیا یہ زیادتی یک طرفہ تھی یا اس میں بلوچستان کا بھی کچھ حصہ تھا۔ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ کوئی مجھے یہ بتائے کہ ہم ہمیشہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ سائل وسائل کھا گئے، چادر و چار دیواری پامال کی، سب کچھ لوٹ کر کھا گئے لیکن سوال یہ ہے کہ بلوچستان کے پہلے وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ مینگل سے آخری وزیر اعلیٰ سرفراز بگٹی تک سب پنجاب، کے پی یا سندھ سے آئے تھے۔ کیا وہ سب پنجاب کی نمائندگی کر رہے تھے؟ کیا انہیں پنجاب کے لوگوں نے elect کیا تھا؟ وہ بلوچستان کے اپنے ہی لوگ اور سیاستدان تھے۔ یہ دیکھا جائے کہ یہ مسئلہ ہے کیوں اور ہمیشہ بلوچستان میں ہی کیوں ہے کیونکہ بلوچستان کی geography ان کے لئے ideal ہے اور انہیں support کرتی ہے۔ لوگوں کی mentality and behaviour اس insurgency کو nourish کرتے ہیں۔ ابھی ایوان میں youth کی بات ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ناراض ہیں۔ بلوچستان کی کل آبادی میں youth کی تعداد 80لاکھ ہے جو 65 per cent بنتی ہے۔ اس 65 per cent youth کو پچھلے 25 سالوں سے ایک ایجنڈے کے تحت یہ بات بتائی اور سمجھائی جا رہی ہے کہ آپ کے سائل وسائل اور دولت لوٹی جا رہی ہے۔ انہیں ایک ایجنڈے کے تحت brainwash کیا جا رہا ہے جیسے ایک typical terrorist کو کیا جاتا ہے کہ جنت کا خواب دکھایا جاتا ہے کہ شہید ہوکے

آپ کو جنت کی کنجی ملے گی۔ اس طرح بلوچستان اور اس کی پوری youth کو ایک ایجنڈے کے تحت trap میں پھنسایا جارہا ہے۔

جناب! سوال یہ ہے کہ ہم نے یہ باتیں تو کرلیں کہ یہ ہوا کیوں اور کیوں کیا جارہا ہے اور مسئلے مسائل کیا ہیں۔ ان کا حل کیا ہے؟ کیا ایک narrative building ہو رہی ہے؟ کیا ہم youth کو engage کر رہے ہیں اور انہیں قومی دھارے میں لا رہے ہیں؟ کیا ہم State, Federation or Provincial Government کی طرف سے وہاں کے youth کو یہ بتا پا رہے ہیں کہ ان کے خلاف ایک جھوٹا propaganda کیا جارہا ہے اور ان کے خلاف ایک planned and false narrative build کیا جارہا ہے۔ آیا یہ حقیقت ہے کہ ہمارے سائل وسائل اور دولت کوئی لوٹ کر لے جارہا ہے؟ اکثر ریکوڈک کی بات ہوتی ہے۔ ریکوڈک آج تک وہاں پر موجود ہے۔ اب تک اس سے کچھ نہیں نکلا تو اس کی دولت کیسے کسے کو ملے گی۔ یہ ہمارے لئے ایک سوالیہ نشان ہے۔ ایک اور اہم بات کہ ہم ایوان میں violence کی بات کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وقت آچکا ہے کہ state نے ایک decision لینا ہے اور borders draw کرنی ہیں کہ کون پاکستان کے ساتھ ہے اور کون اس کے خلاف ہے۔ Good *Taliban* or Bad *Taliban* and good violence or bad violence نامی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے جناب چیئرمین! ریاست کو اپنی ایک پالیسی واضح کرنی ہوگی اور ریاست کی پالیسی constant ہونی چاہیے۔ کل جن کو ہم نے جہاد پر بھیجا اور وہی بعد میں دہشت گرد بنے اور ہمارے لیے وبال جان بن گئے۔ وہ والی پالیسی ہمیں نہیں چاہیے۔ اس موقع پر ہم اس پورے ایوان کو، پورے پاکستان کو اکٹھے کھڑے ہونا چاہیے۔ سب سے بڑی بات کہ کیا ہم ہر مرتبہ کسی ایک واقعے کا انتظار کریں گے؟ کیا ہم ایک اور اے پی ایس کے لیے انتظار کریں گے؟ کیا ہم ایک پولیس ٹریننگ سکول کا انتظار کریں گے؟ کیا ہم وکلاء کے 8 اگست کا انتظار کریں گے؟ جناب چیئرمین! دہشت گردی کی کوئی زبان نہیں ہوتی، کوئی مذہب نہیں ہوتا، اس کی کوئی ethnicity نہیں ہوتی اور کوئی قومیت نہیں ہوتی۔ دہشت گردی دہشت گردی ہے اور آپ نے دہشت گردی کا جواب دینا ہے۔ آپ یہاں بات کرتے ہیں کہ ہم ناراض بلوچوں سے، یہ کون ناراض ہے؟ یہ کیسی ناراضگی ہے جس میں آپ اپنے ہی لوگوں کا خون بہائیں اور کہیں کہ چونکہ ریاست کی غلطی تھی تو ہم ناراض ہیں۔ یہ کون سی ناراضگی

ہے جس میں آپ violence کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ آپ ناراض ہیں تو آئیں بات کریں۔ ناراضگی تو وہ ہوتی ہے کہ جب آپ آئین کے parameters میں آ کر کھڑے ہو کر بات کر سکیں۔ آپ بندوق اٹھا کر پہاڑ پر چلے جائیں اور اس کے بعد کہیں کہ میں ناراض ہوں اور میں آپ سے لڑوں گا۔

جناب چیئرمین! اس چیز کے لیے ریاست کی پالیسی بہت واضح ہونی چاہیے۔ کون پاکستان کے ساتھ ہے، کون پاکستان کے ساتھ نہیں ہے، دو ہی طرح کی شخصیات اس ملک میں پائی جاتی ہیں either وہ pro-Pakistani ہیں یا وہ anti-Pakistani ہیں۔ یہ بیچ کی لائن جو ہم 75 سال میں لیتے رہے کبھی طالبان کی صورت میں، کبھی jehadist کی صورت میں اور کبھی ناراض بلوچ کی صورت میں، یہ اب ختم ہونی چاہیے۔ ایک unified policy ہو within the framework of constitution. ریاست کو اپنی writ قائم کرنی چاہیے اور ماضی سے سبق سیکھنا چاہیے کیونکہ اب پاکستان یا اس قوم کی وہ حالت ہے نہیں کہ ہم مزید اس طرح کے واقعات اور اس طرح کے incidents کو afford کر سکیں۔ یہاں بہت ساری باتیں ہوتی رہیں گی، ہر دن گفت و شنید ہو گی، ہم کھڑے ہو کر جذباتی تقاریر کریں گے لیکن آخر میں کوئی حل نہیں نکلے گا۔ اگر حل کی طرف جانا چاہتے ہیں تو اپنا constant narrative build کریں۔ پاکستانی ہونے پر proud feel کریں۔ اپنی unified policy بنائیں۔ یہ good, bad, ناراض یا surrender کرنا، ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ آپ اپنی unified policy بنائیں اور اس پر عمل کریں۔ شکریہ، جناب چیئرمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سینیٹر شکور خان اچکزئی صاحب۔

Senator Abdul Shakoor Khan

سینیٹر عبدالشکور خان: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی)۔ جناب چیئرمین! بلوچستان میں دلخراش واقعات ہوئے ہیں جن میں 21 پنجابی شہید ہوئے ہیں، دو پٹھان شہید ہوئے ہیں اور چھ بلوچ لیویز اہلکار شہید ہوئے ہیں۔ پٹھانوں کی 28 گاڑیاں نذر آتش کی گئی ہیں۔ میں نے یہاں پاکستانی کا ذکر نہیں کیا، میں خود اسے ایک مذاق سمجھتا ہوں، کوئی پاکستانی اس میں شہید نہیں ہوا ہے۔ بلوچ، پٹھان اور پنجابی شہید ہوئے ہیں۔ ہم نے

اپنی پاکستانیت پر کام ہی نہیں کیا۔ میں جس علاقے سے belong کرتا ہوں، اسی کے مطابق بات کروں گا، یہ نہیں کہ میں کسی کو خوش کرنے کے لیے یا کسی کی ناراضگی مول لینے سے ڈرنے کے لیے بات نہیں کروں گا۔ جناب چیئرمین! کوئی پاکستانی شہید نہیں ہوا ہے۔ پنجابی، بلوچ اور پٹھان شہید ہوئے ہیں۔ خدارا! اس پر کام کریں۔ یہ پاکستانی پاکستانی کا وردان کرتے ہیں، اس سے مسائل حل نہیں ہوں گے، آپ genuine مسائل کی طرف جائیں۔ میرے جتنے بھی دوست حضرات یہاں بیٹھے تھے، سب نے حال پر بات کی کہ حال میں کیا ہوا، کتنے لوگ شہید ہوئے، کتنے لوگ مرے، کتنی گاڑیاں نذر آتش ہوئیں اور کتنے نقصانات ہوئے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ خدارا! تھوڑا ماضی میں جائیں۔ جب تک آپ ماضی میں نہیں جائیں گے اس وقت تک اس مسئلے کا حل آپ نہیں نکال سکتے۔ ماضی میں کیا ہوا؟ بلوچ، خان آف قلات سے لے کر نواب بگٹی تک، سب anti-state نہیں تھے، سب pro-state تھے، سب اپنے آپ کو پاکستانی سمجھتے تھے لیکن میں یہ آخری واقعہ بیان کروں گا۔ 1971 ,1951 ,1948 میں کیا ہوا، ان کو چھوڑیں۔ جب تک نواب بگٹی صاحب زندہ تھے اس وقت تک حالات بالکل بہتر تھے، کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ نواب بگٹی کی شہادت سے یہ مسئلہ شروع ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! نواب بگٹی کس چیز پر شہید ہوا، کس مسئلے پر شہید ہوا؟ انہوں نے قتل کیے تھے، انہوں نے سوئی گیس پر قبضہ کیا تھا، انہوں نے غیر ملکیوں سے پیسے لیے تھے؟ نہیں۔ ایک ڈاکٹر، میرے خیال میں سندھ، کراچی سے تعلق رکھتی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آرڈر آرڈر، بٹ صاحب۔ جی سینیٹر عبدالشکور خان۔

سینیٹر عبدالشکور خان: ایک female doctor کے ساتھ واقعہ ہوتا ہے، نواب بگٹی اس پر stand لیتے ہیں اور چونکہ وہ ایک اعلیٰ ادارے کا رکن تھا۔ اس لیے آپ نے نواب بگٹی کو ہی دھمکیاں بھیجیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ مجھے دھمکیاں نہ دیں، میرا مسئلہ سنیں۔ نواب بگٹی کی شہادت سے یہ سارے واقعات شروع ہوئے ہیں اور جو تکبرانہ انداز، جو تکبرانہ نعرہ اس وقت جنرل مشرف صاحب نے لگایا کہ میں آپ کو وہاں hit کروں گا کہ آپ کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔ جناب چیئرمین! مشرف نے نواب بگٹی کو ہٹ نہیں کیا بلکہ اس وقت پاکستان کو ہٹ کیا گیا۔ یہ سارا معاملہ اسی وقت سے شروع ہوا ہے، مشرف صاحب کے وقت سے شروع ہوا ہے، نواب بگٹی کی شہادت سے شروع ہوا ہے۔ مہربانی کر کے مسائل پہ غور کریں۔ یہ دہشت گردی، ٹھیک ہے میں مانتا ہوں کہ دہشت

گردی شروع ہو گئی لیکن اس کو راستہ کس نے دیا؟ میرے خیال میں ہمیں اس راستے پر بات کرنی چاہیے۔ بعد میں ہندوستانی، ایرانی اور امریکی آ کر لگے، سب نے اپنا کام شروع کیا لیکن جناب چیئر مین! میری عرض ہے کہ آپ سوچیں کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ نے کس طرح لوگوں کو نزدیک لانا ہے۔ جس علاقے سے میں آیا ہوں، یہ نفرت کے بیج نواب بگٹی کی شہادت کے وقت سے بوئے گئے ہیں۔ جب آپ نفرت کے بیج بوئیں گے تو اس میں سے پھر پھول کیسے نکلیں گے؟ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب آپ نفرت کے بیج بوئیں گے تو اس سے پھول کبھی نہیں نکل سکتے۔

حال ہی میں پشتون علاقے میں بھی نفرت کا بیج بویا گیا ہے۔ پچھلی بار میں نے یہ بات کی۔ ہمارے نگران وزیر اعظم صاحب جو تھوڑی دیر پہلے بیٹھے تھے، انہوں نے ایک نفرت کا بیج یہ بویا کہ ضلع چمن میں افغان بارڈر جب کھلا تھا، اس میں تقریباً 10 لاکھ لوگوں کا روزگار ہوا تھا، اس نے ایک executive order کے ذریعے اس بارڈر کو بند کر دیا، بنا سوچے کہ یہ لوگ کیا کریں گے۔ جناب چیئر مین! غور کرنے کی بات، یہ جو میں بتا رہا ہوں، بلوچوں کی طرح یہ مسئلہ بھی پھٹے گا، یہ بیج جو آپ نے بویا ہے، اس سے بھی کانٹے ہی نکلیں گے، کوئی پھول نہیں نکلیں گے، ٹھیک ہے۔ 10 لاکھ لوگوں کا آپ نے روزگار بند کیا۔ اس کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں سوچا کہ یہ دس لاکھ لوگ کھائیں گے کیا، کریں گے کیا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلے پر بھی تھوڑا غور کریں تاکہ یہ مسئلہ زیادہ پیچیدہ نہ ہو۔ یہ میری گزارشات ہیں کہ آپ اس مسئلے پر غور کریں، مل بیٹھیں اور لوگوں کو بٹھائیں۔ آخر میں ایک تجویز دیتا ہوں کہ بلوچستان کے حوالے سے اور خصوصاً بلوچوں کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، اگر ایک آدمی کی خدمات لیں، ایک رکن کی حیثیت سے میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ ایک آدمی کو درمیان میں ڈالیں اور وہ ہیں آصف علی زرداری۔ آصف علی زرداری کو آپ درمیان میں ڈالیں اور یہ جو صدر کا لفظ میں نے استعمال نہیں کیا، یہ میں نے جان بوجھ کر استعمال نہیں کیا، وہ صدر کی حیثیت سے نہیں، ایک بلوچ سردار کی حیثیت سے آپ ان کو درمیان میں ڈالیں۔ آپ آصف علی زرداری کو اختیارات دیں تاکہ وہ جا کر لوگوں سے ملیں، چاہے وہ بلوچستان میں ہوں، چاہے وہ یورپ میں بیٹھے ہوں یا کچھ افغانستان میں بھی ہیں۔ یہ میری تجویز ہو گی کہ جناب آصف علی زرداری کو پورے اختیارات کے ساتھ اس چیز میں involve کریں تو ان شاء اللہ یہ

مسئلہ حل کی طرف جائے گااور بندوق سے حل نہیں ہوگا۔ جناب چیئرمین! بندوق سے بالکل حل نہیں ہوگا، وہ آپ کو ماریں گے، آپ ان کو ماریں گے۔

دوسری بات، دہشت گردی بڑھ کیوں رہی ہے، یہ ختم کیوں نہیں ہو رہی؟ افغانستان کے ساتھ ہم نے کوئی 2,400 Kms fencing لگائی ہے۔ میرے ایک عزیز دوست نے ابھی اشارہ دیا، وکالت کی کہ check posts بن رہی ہیں، جناب چیئرمین! آپ خود بلوچستان سے ہیں، چیک پوسٹوں پر کیا ہوتا ہے۔ چیک پوسٹوں پر بھتہ لیا جاتا ہے، جتنے بھی ہمارے ادارے ہیں، میں کسی ایک ادارے کی بات نہیں کر رہا، جتنی بھی چیک پوسٹیں بنتی ہیں، ان پر بھتہ لیا جارہا ہے۔ دہشت گردی ختم نہیں ہو رہی، اس میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے۔ میں خود بارڈر کے علاقے کا ہوں۔ ابھی بھی پاکستان میں افغانستان سے گاڑیاں داخل ہوتی ہیں، ایک pickup گاڑی سے 10 لاکھ روپے لیے جاتے ہیں۔ ہر گاڑی چیک کی جا سکتی ہے لیکن smuggling والی گاڑی چیک نہیں ہوتی۔ آپ کے سارے معاملے یہیں سے خراب ہیں۔ چیک پوسٹ پر کون بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا نام بھی بتا دیتا ہوں۔ چیک پوسٹ پر عمران خان صاحب بیٹھتے ہیں کیونکہ ساری ایف آئی آرز عمران خان صاحب کے خلاف ہو رہی ہیں تو یہ چیک پوسٹ اور بارڈر والی ایف آئی آر بھی عمران خان صاحب کے نام پر کاٹ دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، سینیٹر عبدالشکور خان صاحب۔ جی سینیٹر محمد قاسم رونجھو صاحب۔

Senator Muhammad Qasim

سینیٹر محمد قاسم: جناب چیئرمین! شکریہ۔ ابھی جناب اچکزئی صاحب نے بلوچستان کے حوالے سے کچھ باتیں کیں، میں ان کو آگے بڑھاؤں گا، میرا تعلق بھی وہیں سے ہے۔ یہ جو ناگوار واقعہ ہوا ہے کل اور پرسوں، یہ تو پوری تاریخ بھری پڑی ہے، 77 سالوں سے ہمارا بلوچستان کا ایشو چل رہا ہے۔ نام بلوچ جب بھی آتا ہے تو اس کو بہر حال بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیوں نہ ایک دفعہ بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ سن 1947 سے لے کر چھبیس ستائیس سال تک تو ہمیں آئین ہی نہیں ملا۔ 1973 میں آکر ہمیں آئین ملا۔ اس آئین کو بھی سبوتاژ کر دیا گیا، دس مرتبہ توڑا گیا، ردّی کی ٹوکری میں ڈالا گیا۔ جنرل ضیا نے تو کہا کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ بغیر آئین کے کوئی ریاست یا کوئی قوم نہیں چل سکتی۔ کچھ ضابطہ اخلاق تو ہونا چاہیے جس کے تحت ملک چلتے ہیں۔

بلوچ کے متعلق پنجاب کے اندر کچھ جگہ پر اس طرح بات کی جاتی ہے، میں ایک مرتبہ فیصل آباد گیا، وہ انہیں کافر بولتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بلوچ کافر ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں یعنی پنجاب کے اندر اس حد تک نفرت کے بیج ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بھئی، اس آئین کے اندر جو اٹھارہویں ترمیم آ گئی ہے اور جو 1973 کا آئین تھا، دونوں fail ہو گئے ہیں۔ ہم لوگوں کی کارکردگی کی وجہ سے fail ہوئے ہیں یا ہمارے ایوانوں نے ان پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کیا ہے، ہماری establishment نے اس کو بگاڑا ہے، جج صاحب ایک بات کرتے ہیں، وردی والے صاحب کچھ اور بولتے ہیں جبکہ یہ دونوں ایوان تالیاں بجاتے رہتے ہیں۔ خدا کے لیے، ریاست کو ریاست سمجھا جائے، ہمارا ملک ہے، دنیا بھر میں ہماری بدنامی ہو رہی ہے۔ اس حد تک بات پہنچ گئی ہے کہ ہم لوگوں کا نام آتا ہے تو لوگ منہ موڑ لیتے ہیں۔

ابھی لوگوں نے بولا ہے کہ بلوچستان اس ملک کا 44 فیصد ہے۔ اگر ایک حصہ 44 فیصد پر مشتمل ہے تو کیا آپ اسے کالونی کے طور پر چلائیں گے؟ کیا یہ کالونی ہے؟ آپ اسے صوبہ تو نہیں سمجھتے، ایک کالونی سمجھ کر اسے چلایا جا رہا ہے کیونکہ آبادی تھوڑی ہے۔ وسائل جو بھی ہیں، سوئی گیس تھی جو کہ ختم ہو گئی، سینڈک تھا، وہ ختم ہو گیا۔ ریکوڈک ابھی آیا ہے، آہستہ آہستہ چل کر وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اتنا بڑا سمندر ہے، اس کے علاوہ دوسرے وسائل ہیں۔ ہماری ایک دو کروڑ کی آبادی میں اگر آپ نوجوانوں کو نوکریاں دے دیں تو وہ بندوقیں نہیں اٹھائیں گے۔ ان کو کسی طریقے سے engage کریں تو یہ مسئلے ختم ہو جائیں گے۔ یہ کوئی اتنا بڑا معاملہ نہیں ہے، چھوٹا سا معاملہ ہے، پاکستان کے لیے تو ایک ضلع کا معاملہ ہے۔ ایک ضلع کی دو کروڑ کی آبادی ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ کراچی کی آبادی تین کروڑ کی ہے۔ بلوچستان کے معاملے کو آپ نے بہت بڑا ایشو بنا دیا ہے اور 77 سالوں سے یہ ایشو چل رہا ہے۔ ہمیں بات کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ اس مسئلے پر ہم کیا بات کریں۔ خدا کے لیے سوچیں، اتنی بڑی ریاست ہے۔ آپ ان کے لیے تھوڑا سا دل نرم کریں۔ نوجوان طبقے کو control کریں تاکہ وہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو۔ ان کو نوکریاں دیں، ان کو عزت دیں۔ وفاق کے کسی بھی محکمے میں دیکھ لیں، 6% نوکریاں نہیں ہیں۔ اگر یہ کام ہو جاتا تو یہ مسئلے پیدا ہی نہ ہوتے۔

دوسری بات، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس کا حل میرے پاس اور تو کوئی نہیں، آپ مجھ سے سچے دل سے پوچھیں تو اگر آپ بلوچستان میں صاف و شفاف الیکشن کروا دیں تو آپ کو زیادہ زحمت کی

ضرورت نہیں پڑے گی۔ آج کا نوجوان کمپیوٹر پڑھا ہوا ہے۔ میرے پاس تین پی۔ایچ۔ڈی نوجوان آئے، انہیں نوکری نہیں ملی، وہ باہر چلے گئے۔ ایک مسقط میں چلا گیا، دو United States of America چلے گئے۔ سروس کا معاملہ تھا، انہیں یہاں lectureship بھی نہ مل سکی۔ للذا، یہ لوگ جب باہر جاتے ہیں تو پھر وہاں کچھ پیسا کماتے ہیں اور چندہ دیتے ہیں۔ اس چندے سے یہ تحریکیں چلتی ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ انڈیا پیچھے ہے، موساد پیچھے ہے یا ان کو غیر ملکی مدد حاصل ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ اگر ان کے ساتھ کوئی ایک ملک بھی ہوتا تو آپ دیکھتے کہ یہ لوگ پنجاب میں گڑ بڑ کرتے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ خدا کے لیے، اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر ناصر بٹ صاحب۔

Senator Nasir Mehmood

سینیٹر ناصر محمود: جناب چیئرمین! شکریہ۔ بلوچستان کے حوالے سے میرے سب بھائی اور دوست بات کر رہے ہیں۔ اس دلخراش واقعے کی جتنی بھی مذمت کی جائے، کم ہے بلکہ جس دن یہ واقعہ ہوا ہے، اس دن سے ہر محب وطن پاکستانی کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

دہشت گردی ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا ایشو ہے۔ یہ صرف بلوچستان میں نہیں ہے بلکہ دوسرے صوبوں، پنجاب، خیبر پختونخوا اور سندھ سب جگہوں پر ہے۔ جس طرح کا واقعہ پرسوں ہوا، اسے ہم بھول نہیں سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں کبھی بھولنا چاہیے۔ اس واقعے نے ہمیں بتا دیا ہے کہ ہم جتنی سیاسی جماعتیں ہیں، ٹھیک ہے ہم اپنا اپنا سیاسی بیانیہ چلاتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں لیکن اس بات پر خدارا! ہمیں ایک ہونا چاہیے۔ ہمارا ایک ہی ایجنڈا ہونا چاہیے کہ پاکستان کے جھنڈے تلے آئیں۔ اب لوگ پہاڑوں پر چڑھ گئے ہیں، اگر وہاں سے وہ کوئی گولیاں چلاتے ہیں، وہ اگر سمجھتے ہیں کہ واپس آ کر بات کریں تو ان کو بھی موقع دیا جائے۔ بات ہونی چاہیے لیکن ایسے دہشت گردوں سے بات نہیں ہونی چاہیے جو کسی طرح کی تفریق پیدا کریں کہ یہ پنجابی ہے، یہ سندھی ہے یا یہ بلوچی ہے۔ ہم سب بھائی ہیں۔ دیکھیں، میں پنجاب میں رہتا ہوں لیکن میرا دل کرتا ہے میں بلوچستان چلا جاتا ہوں، وہاں میں کام کرتا ہوں، مزدوری کرتا ہوں تو بات یہ ہے کہ میں اپنے ملک میں ہوں۔ میں پشاور چلا جاتا ہوں، کام کرتا ہوں، کراچی چلا جاتا ہوں تو میرے دل میں یہ چیز آنی ہی نہیں چاہیے کہ میں کسی اور جگہ آ گیا ہوں یا کسی ایسے صوبے میں آ گیا ہوں جو مجھے پسند نہیں کرتا۔

یہ چیزیں بڑی درد ناک قسم کی ہیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس معاملے پر تمام سیاسی جماعتوں کی APC بلائی جائے۔ وہ اکٹھے ہو جائیں اور ایک ہی ایجنڈا ہو کہ ہم اس ملک سے دہشت گردی کے ناسور کو ختم کریں۔ ہمارا ہمسایہ ملک کوشش کرتا ہے کہ پاکستان کی جو یوتھ ہے، اسے راہ راست سے ہٹایا جائے۔ یہ پیسا بھی وہیں سے چلتا ہے اور وہ پاکستان کو کمزور کرتے ہیں۔ ہمارے لوگ، ہمارے پاکستانی بھائی جو ان کی باتوں میں آتے ہیں، ان کو ہمیں سمجھانا چاہیے۔ ہمیں ان سے ملنا چاہیے کہ بھئی یہ چیز غلط ہے، آپ کے جو مطالبات ہیں، وہ بتائیں۔

میں ایک بات اور کروں گا کہ دیکھیں، بلوچستان کے جو وزیر اعلیٰ ہیں، آج ہیں یا پہلے تھے، ان کو بھی چاہیے تھا کہ وہ اپنے عوام کے لیے کچھ کریں۔ بلوچستان کے عوام کو چاہیے کہ اپنی سیاسی جماعتوں سے پوچھیں کہ ہم آپ کو ووٹ دیتے ہیں تو آپ ہمارے لیے کچھ اچھے کام کریں جیسے پنجاب میں ہوتے ہیں، سندھ میں ہوتے ہیں یا خیبر پختونخوا میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہر جگہ ہونے چاہییں۔ لٰہذا، عوام اپنے سیاسی لیڈران سے پوچھیں۔ وہ اپنی سیاست چمکانے کے لیے باتیں کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ ملتا نہیں۔ ملتا سب کو ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے صوبے کے وزیر اعلیٰ بنتے ہیں، وہاں جو سیاسی جماعتیں ہیں، وہ اپنے عوام کو جوابدہ ہونے چاہییں۔ یوتھ کو ان سے پوچھنا چاہیے کہ بھئی آپ کو ہم نے ووٹ دیا تو آپ نے ہمارے لیے کیا کام کیا۔ ہمارے صوبے پنجاب میں بڑے اچھے کام ہو رہے ہیں، ہمارا صوبہ ترقی کر رہا ہے، باقی ساری جگہ ترقی ہو رہی ہے تو یہاں کیوں نہیں ہوتی۔ اس کی ذمہ داری بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہم سب سیاسی جماعتیں جو وہاں پر ووٹ دیتے ہیں، اپنی سیاسی جماعتوں سے پوچھیں وہ وہاں پر کام کیوں نہیں کرتے؟ لیکن ایک بات وہ کہتے ہیں کہ دیکھیں دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے اگر کوئی اقدامات کیے جاتے ہیں تو ان کی حمایت ہر سیاسی جماعت کو کرنی چاہیے۔ عزم استحکام کے حوالے سے میں ان بھائیوں سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر اس میں چھ جماعتیں راضی ہیں اور دو سیاسی جماعتیں اس لیے راضی نہیں ہوتیں کہ وہ opposition میں بیٹھی ہیں۔ بھائی اگر ہم نے دہشت گردی کو ختم کرنا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ناسور ہے اس کو ختم ہونا چاہیے تو اس کے لیے تمام سیاسی جماعتیں ایک page پر ہو جائیں۔ آپ سیاست کرتے رہیں، پاکستان پہلے ہے اور باقی سب کچھ بعد میں ہے۔ حالات جس طرف جا رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے ملک کو بچائیں، یہ جو دل خراش واقعہ ہوا ہے، یہ دہشت گرد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں صوبے

کی زبان تھی اس لیے مارا ہے، میں اس چیز کو نہیں مانتا۔ دہشت گرد پاکستانی نہیں ہے، ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے اور ہماری اپنی جو آرمی ہے ہمیں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ یہ جو پرسوں واقعہ ہوا ہے 28,30 بسیں اور گاڑیاں جلادی ہیں، تھانے پر قبصہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک ہی وقت پر انہوں نے سات، آٹھ جگہوں پر حملہ کیا۔ یہ چھوٹی بات نہیں لیکن اس کو serious لینا چاہیے۔ وزیر داخلہ صاحب وہاں پر گئے ہیں، آج وہ وہاں پر تھے انہوں نے وہاں پر press conference بھی کی دہشت گردی ناقابل معافی ہے اس کے لیے ہم سب سیاسی جماعتوں کو ایک ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں اس ایوان میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ہم ایک آواز ہو کر یہ کہیں کہ پاکستان میں جو دہشت گرد ہیں یا ان کے جو سہولت کار ہیں، جو سہولت کار ہوتے ہیں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، اگر ہم ان کو پکڑ لیں کہ یہ لوگ کون ہیں تو ہم اپنی مشکلوں میں کافی حد تک کمی کر سکتے ہیں لیکن وہ سہولت کار کیا اتنے مضبوط ہیں کہ ہم ان کو نہیں پکڑ سکتے؟ وہ سہولت کار بھی اتنے ہی دہشت گرد ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: شکریہ۔

سینیٹر ناصر محمود: میں آخر میں یہ کہتا ہوں ہمارے پاکستان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور ہمارے پڑوسی ممالک جو پاکستان کو ہنستا کھیلتا نہیں دیکھ سکتے، ہمیں چاہیے کہ ہم ان پر نظر رکھیں اور اگر وہ اپنے لوگوں کو اس طرف مائل کرتے ہیں تو ہمیں اس چیز کو روکنا چاہیے اور اپنی youth کو، ان کے ساتھ مل کر ان سے بات کرنی چاہیے، دہشت گردی ختم کرنا ہماری پہلی اولین ترجیح اور فرض ہونا چاہیے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب۔

Senator Saifullah Abro

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: شکریہ جناب چیئر مین! اس وقت کیا بات کریں؟ ایوان میں پانچ سے چھ لوگ بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو ایک قصہ بتاؤں، لاڑکانہ میں مجلس ہوتی تھی۔ وہاں پر ایک عالم آتا تھا اس کو وقت صبح کے ساڑھے تین سے چار بجے کا دیتے تھے۔ جب ہمارے سارے مومن سو جاتے تھے تو وہ عالم کہتا تھا او ظالم میں یہاں پر کس کس کو جگاؤں؟

بات یہ ہے کہ اس ایوان میں ہمارے دوستوں کی موجودگی۔ ہم نے start کہاں سے کیا؟ سب دوست جو ہم کو لے کر گئے ہیں۔ بلوچستان اور پورے پاکستان کے جو مسائل ہیں۔ اس وقت یہاں

پر ہماری موجودگی کم از کم اس چیز کے بارے میں بتادیتی ہے کہ یہ ایوان کتنا serious ہے۔ افسوس ہے! یہ تو ہمارے بھائی ہیں، دوست ہیں اور نئے آئے ہیں۔ میں ہمیشہ without party affiliation بات کرتا ہوں۔ آپ ابھی آئے ہیں، میں اس سے پہلے بھی جب ایوان میں تھا دیکھیں یہ ملک ہے تو ہم سب ہیں ابھی بھی بات کہتے ہیں عملاً کیوں نہیں سوچتے؟ مطلب ہم بات یہ کرتے ہیں اور عملاً ہم چھ سات دوست بیٹھے ہیں اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی تو ناصر صاحب اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا اور quorum point out کرے گا پھر یہ معاملات ختم۔

جناب والا! بات یہ ہے، ہمیں serious ہونا چاہیے یہ اتنا معمولی مسئلہ نہیں ہے جیسے اس کو سمجھا جارہا ہے۔ تجاویز بہت ہیں ہمارے سارے دوستوں نے دی ہیں۔ یہ ماضی سے یا recent ماضی سے سمجھیں، ابھی بھی future میں یہی ہوگا کہ ہم parties ایک دوسرے کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے یہ ایوان serious ہو کر کبھی بھی اس کا حل نہیں بتائے گا۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں ہم لوگ enjoy کرنے آتے ہیں، enjoy کیا۔ TA,DA بھی مل گیا، آج session بھی ہوگیا۔ یہ اچھی بات ہے کہ آج تین سے چار گھنٹے اجلاس چلا ہے اور سب لوگوں کو وقت مل رہا ہے لیکن حقیقت میں آپ کے سامنے ایک چیز لانا بھی چاہتا تھا، وہ بات actually میرے parliamentary Leader کو کرنی چاہیے۔ ہم جو left side پر بیٹھے ہیں opposition party کہلاتے ہیں، ہم opposition میں total 21 لوگ ہیں۔ ایک آدھی پارٹی جس کے پانچ ممبر شاید JUI یا کوئی اور ہوں وہ کسی بھی side پر نہیں ہیں، نہ ہماری طرف اور نہ حکومت کی side پر ہیں۔ ہمیں کم از کم due share دیا جانا چاہیے۔ میں PTI سے 2nd spokesperson ہوں جو میں ابھی بات کررہا ہوں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہاں آپ سب لوگوں کو ہماری sides پر بٹھادیں، آگے والے ہمارے دوست ہیں، بھائی ہیں لیکن یہ زیادتی ہے۔ آگے والی chairs بھی ان کو allot کی گئی ہیں اور 2nd بھی دے دیں، ہم تو back benchers ہیں جیسے بھٹو صاحب کہتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے اگر کم از کم ہم اس ایوان میں انصاف لائیں گے تب ہم آگے جا کر بلوچستان کے لیے کچھ کر سکیں گے۔

جناب چیئرمین! اب میں بلوچستان پر آتا ہوں۔ بلوچستان کی تاریخ کوئی نئی تو نہیں ہے۔ At a time پورے بلوچستان پر attack ہونا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے؟ ہم کیوں نہیں

اصل مسئلے کی طرف آتے ؟ mostly لوگوں کی تو ٹانگیں کانپتی ہیں، میں ایسے ہی کہوں گا، بھائی آئیں نامسئلے کی اصل نشاندہی آپ کریں تب آپ اس مسئلے کے حل تک بھی جائیں گے۔ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ یہ صرف بلوچستان کا مسئلہ نہیں ہے آپ ماضی میں جائیں گے تو بار بار ایک community, اہل تشیع community کے زائرین جب زیارت کے لیے ایران تافتان کے راستے جاتے تھے تو ان کو بسوں سے اتار کر target کرکے ساٹھ ساٹھ لوگوں کو شہید کیا گیا یہ ایک بار نہیں ہوا۔ افسوس تو یہ ہوتا ہے اس وقت کی sitting government میں sitting minister اس کی سربراہی کرتے تھے، lead کرتے تھے۔ صدیقی صاحب ان کی leading میں وہ وزیر بیٹھ کر قتل کرواتے تھے۔ کسی نے کچھ بھی نہیں کہا اہل تشیع تو یہاں سمجھیں minority میں ہیں۔ مسلمان بھی مشکل سے ہیں۔ ابھی بھی آپ دیکھیں تو زائرین کی بسوں پر حملے ہوئے ہیں۔ آپ ہزارہ community میں جائیں، شکور بھائی بیٹھے ہیں تو ہزارہ community کے کتنے لوگ شہید ہوگئے؟ چاہے وہ حکومت نئے پاکستان کی بھی تھی، اس وقت بھی ہزارہ community کے لوگ، سینکڑوں لاشیں روڈ پر لے کر بیٹھے ہوئے تھے وہاں پر کوئی جانے کو تیار نہیں تھا۔ جب ہم حکومتوں کی گردش سے نکلیں گے کہ یہ میری حکومت اور وہ اس کی حکومت تب تک ہم کسی مسئلے کے حل کی طرف نہیں جائیں گے اور مسئلے کا حل نکلے گا بھی نہیں۔ ابھی جب کوئٹہ، تافتان اور راستوں میں اہل تشیع کا قتل عام ہورہا تھا کہ زائرین نہ جائیں، زائرین مولا حسین کی زیارت کے لیے نہ جائیں، وہ مولا رضا کی ریارت کے لیے نہ جائیں۔ وہ کیا تھا گناہ تھا؟ اہل رسول ﷺ ہیں، رسول ﷺ کی اولاد کی زیارت کرنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا، آج یہ بلوچستان اس بات کی سزا کاٹ رہا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اگر ہم سے رسول ﷺ کی اولاد کے لیے کچھ نہیں ہوتا تو ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر چیزیں بہت ساری ہیں میں اس پر آجاؤں۔ میں پہلے تو اس ایوان کو address کروں۔ یہاں پر کافی دوستوں نے بات کہی کہ good *Taliban* and bad *Taliban* یار جو بھی ہیں، جو دہشت گرد ہیں وہ دہشت گرد ہیں۔ جو ایک بے گناہ کو قتل کرتا ہے مسلمان ہیں۔ ہمیں یہ ہی سکھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے اور پاک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ بات یہ ہے جب ہم اس پر آتے ہیں تو ہم حقائق بھی

دیکھیں۔ میں پہلے تو آپ سے یہ التجا کرتا ہوں جیسے باقی دوستوں نے کہا ہے واقعی ایک کمیٹی بنادیں۔ میں کسی دوست کا نام نہیں لیتا، کم از کم ایک کمیٹی تو بنائیں۔ 2018 سے لے کر April-2022 کے درمیان کمیٹی بنی تھی یا جو طالبان کے لیے decisions لیے گئے اس کی ایک کمیٹی بنادیں۔ میں آپ کو advice کرتا ہوں، سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب میرے بڑے بھائی کی جگہ پر ہیں، آپ اس کی سربراہی میں ایک کمیٹی تو بنائیں۔ چھوڑ دیں کسی PTI کے بندے کو، PTI کو تو آپ سب لوگ involve کرتے ہیں کہتے ہیں کہ PTI نے ان بندوں کو launch کیا۔ صدیقی صاحب آ جائیں میں صدیقی صاحب کے ساتھ کھڑا ہوں گا، پتا تو لگے کہ ہم اس کی investigation کر پاتے ہیں کہ نہیں؟ یہ political لوگوں کی authority ہے یا نہیں ہے؟ ہم ایک peon نہیں لگا سکتے۔ عمران خان چل کر یہاں سے ہزاروں طالبان چھڑوائے گا، باڈر سے لے آئے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ہم حقائق کیوں نہیں بتاتے۔ یہ کمیٹی بنائیں اور پھر میں بھی دیکھوں کہ کس میں کتنا دم ہے۔ مجھے تعجب تو اس بات کا ہوا کہ یہاں ہماری پیپلز پارٹی کی ایک سینیٹر صاحبہ ہیں جن کو پارٹی نے تقریباً چھ مرتبہ سینیٹر elect کیا ہے۔ مجھے پتا نہیں کہ وہ leading کس بات کی کرتی ہے۔ کیوں نہیں وہ شہید محترمہ بینظیر بھٹو کی بات کرتی ہے۔ جب شہید محترمہ بینظیر بھٹو 1990 میں Prime Minister تھیں تو کس نے مذہب کارڈ چلایا تھا۔ عمران خان نے تو اس وقت سیاست ہی شروع نہیں کی تھی۔ 1996 میں آیا ہے خان صاحب۔ تو وہ کون تھا جس نے بینظیر صاحبہ کے خلاف IJI بنایا، اسلامی جمہوری اتحاد۔ کون اس سے واقف نہیں ہے۔ جب افغانستان میں جنگ چل رہی تھی تو اس وقت طالبان کو یہاں enter کس نے کیا۔ اس جنرل ضیاء الحق کا کوئی نام کیوں نہیں لیتا۔ اس سینیٹر صاحبہ کو عمران خان کے تین سال آٹھ ماہ کے tenure پر غصہ ہے۔ اس کو ضیاء الحق پر غصہ کیوں نہیں آتا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو وفا نہیں ہے اپنی leadership کی۔ مجھے تعجب ہے کہ پیپلز پارٹی کیسے اس کو ہر دفعہ سینیٹر بناتی ہے۔ اس میں ہمت ہو تو 1990 میں بینظیر صاحبہ کی اور بیگم نصرت بھٹو صاحبہ کی جب pictures ہوائی جہازوں اور helicopters سے گرائی گئیں، naked pictures, اس کا ذمہ دار کون تھا۔ وہی طالبان تھے۔ وہی طالبان کی حمایت یافتہ پارٹی تھی۔ جس پارٹی کا قائد، جس کا بانی جنرل ضیاء الحق تھا۔

آئیں نا اگر اتنی ہمت ہے تو۔ خان پر آپ کو اتنا غصہ ہے کہ جاتا نہیں ہے۔ بھائی یہ government کی ذمہ داری ہے۔آپ کو خان سے فرصت ملے تو،آخر مسئلہ کیا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ پوری government اور پوری ریاست کی کوشش ہے کہ PTI کو ڈنڈا دیں۔ PTI کی leadership کو ختم کریں۔ خان صاحب پر cases کریں۔ شادی خان صاحب کریں اور تکلیف لوگوں کو۔ یار کوئی بات ہے۔ آئیں بتائیں۔ آپ نہیں بتا سکتے تو میں بتاتا ہوں لیکن میرے ساتھ دو بہنیں بیٹھی ہیں۔ آگے بھی ایک بیٹھی ہے۔ بات یہ اخلاق کی ہے۔ ہم ذاتیات پر کیوں جاتے ہیں۔ ذاتیات گالی ہوتی ہے۔ گالی پر وہ آدمی آتا ہے جس کے پاس جو اصل موقف ہوتا ہے اس پر حقائق اور دلائل ختم ہو جاتے ہیں۔ تب ہی وہ ذاتیات پر آجاتا ہے۔

بھائی یہ صرف آپ کے کوئٹہ یا بلوچستان کا issue نہیں ہے۔آپ آجائیں نا پنجاب میں ۔ یہاں میرے دوست بیٹھے ہیں، آپ اس کو ذاتی نہ لیں۔ ابھی جو رحیم یار خان میں گیارہ پولیس والے شہید ہو گئے ہیں، سات لوگ زخمی ہوئے ہیں اور کافی لاپتہ ہو گئے ہیں۔ یہ رحیم یار خان کے ڈاکوؤں نے کیسے قافلے پر حملہ کیا۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ ڈیڑھ سال پہلے چلے جائیں صادق آباد میں petrol pump پر نو لوگوں کو شہید کیا گیا۔ اس کا ذمہ دار کون تھا؟ یہ سندھ نہیں تھا۔ یہ سندھ کے ڈاکو نہیں تھے۔ یہ پنجاب کے ڈاکو ہیں۔ ہمارے سندھی ڈاکو کبھی کبھی ایک آدھا سپاہی مار دیتے ہیں۔ اس پر اتنا شور اٹھا ہے جو اٹھنا بھی چاہیے۔ گیارہ لوگوں پر کیوں نہیں اٹھتا ؟ ابھی بھی ہمارے گھوٹکی میں تین چار پولیس افسران شہید ہوئے لیکن وہ at a time نہیں ہوئے بلکہ دو مختلف واقعات میں شہید ہوئے۔

ہمارے سندھ میں آپ آجائیں، نصراللہ گڈانی گھوٹکی میں مارا گیا، جان محمد مہر صحافی تھا جس کو سکھر میں قتل کیا گیا۔ ڈاکٹر اجمل ساوند کشمور میں قتل کیا گیا۔ ابھی ایک case ہے سید شاکر شاہ، وہ راستے سے جا رہا تھا، وہ گھوٹکی سے اغوا ہوا ہے۔ ہر جگہ پر ظلم ہے۔ KP میں آجائیں۔ KP میں وہ بھی ایسے ہی حالات ہیں۔ بات یہ ہے کہ پورے پاکستان میں یہ law and order situation ایسی گھمبیر بن گئی ہے اس پر ہمیں دھیان دینا چاہیے۔ بجائے یہ کہ آپ ایک پارٹی کو نشانہ بنائیں گے اور پوری طاقت وہاں لگائیں گے تو ادھر سے آپ کا دھیان ہٹ جائے گا۔

میرے پاس اس کا حل ہے۔ ابھی جیسے کچھ دوستوں نے کہا کہ وزیر داخلہ صاحب، ہمیں خوشی ہے، وہ colleague ہے ہمارا۔ ٹھیک ہے ہر کوئی جیسے جیسے آیا ہے، وہ ایک الگ بحث ہے لیکن بات یہ ہے کہ ان کو کرکٹ سے فرصت ملے۔ کرکٹ کا حال آپ نے دیکھا۔ T20 World cup ہم ہار گئے۔ ابھی اس کی statement آئی ہے۔ ابھی بنگلا دیش سے ہم کل ہار گئے۔ بھائی کہاں تک پہنچانا ہے یہاں سے آپ کو فرصت ہو۔ ابھی ان کی statement ہے، یقین کریں چیئرمین صاحب! وہ تضحیک آمیز ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ سارے ڈاکو ایک SHO کی مار ہیں۔ بھائی کس نے آپ کو منع کیا۔ آپ SHO کو بھیجو۔ یا جو وہاں کا IG ہے، چلبل پانڈے، اس کو بھیج دو۔ PTI کا لڑکا دیکھتا ہے تو اس کو جا کر قتل کر دیتا ہے۔ ڈاکو اس کو دیکھنے نہیں آتے جب گیارہ سپاہی شہید ہو جاتے ہیں۔ ابھی کتنے لاپتا ہیں۔ آپ کو یہاں سے کرکٹ کی تباہی ہے تو وہاب ریاض کو وہاں بھیج دیں۔ یہاں SHO کافی ہے۔ بھائی ایسے نہ کریں، خدا کا واسطہ ہے۔ وہاں سے تھوڑا فارغ ہو جائیں۔

میں اس کا ایک حل بھی بتاتا ہوں۔ واقعی اگر آپ چاہتے ہیں کہ کچے سے ڈاکو ختم ہو جائیں، چاہے سندھ سے یا پنجاب سے، تو پھر ایک کام کریں جو میرے خیال میں یہ government آسانی سے کر لے گی۔ پورے کچے میں PTI کے اپنی طرف سے کوئی offices کھول دیں۔ پھر آپ کی پوری state وہاں پر لگ جائے گی۔ ان کو ختم کرنے میں آپ کا کچے کا علاقہ کم از کم خالی ہو جائے گا۔ نمبر دو۔ اگر آپ پھر بھی یہ نہیں کر پاتے کہ PTI کے نام سے آپ لوگوں کو اچھا نہیں لگا تو کچے کا جو بھی area ہے، ٹھٹھہ سے شروع کرکے رحیم یار خان تک، یہ ساری زمین DHA کو دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بہت شکریہ۔ Time دیکھیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جی میں بس conclude کر رہا ہوں۔ یہ کیا ہے. time ابھی اتنی بات تو میں آپ کے ساتھ آپ کے office میں بھی کر سکتا تھا۔ آپ بھائی ہیں۔ بات یہ ہے کہ time نہیں ملتا۔ اتنے مسائل ہیں۔ یہاں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی ذاتی بات نہیں کی ہے، کسی پر کوئی hit نہیں کی ہے۔ تو بات یہ ہے، نہیں میں بھول گیا۔ بات یہ ہے کہ یقین کریں جب آپ پورا کچے کا علاقہ DHA کو دے دیں گے تو کم از کم آپ کی ڈاکوؤں سے جان چھوٹ جائے گی اور پاکستان کا کچے کا علاقہ بھی محفوظ ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کہیں یہ آپ کا حلقہ انتخاب تو نہیں ہے کہ آپ نے کہا کہ آپ اپنی پارٹی کا دفتر وہاں بنائیں گے۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: نہیں جناب۔ میں نے تو آپ کو اس کا ایک حل بتایا ہے کیونکہ پوری انتظامیہ لگی ہوئی ہے خان کے پیچھے، پوری انتظامیہ لگی ہوئی ہے PTI کے پیچھے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ PTI کے بہانے وہاں لگ جائیں۔ ہم تو یہاں چھپتے پھرتے ہیں، کچے میں کہاں جائیں گے۔ پھر تو IG پنجاب ہمارے پیچھے آجائے گا۔ دیکھیں! بات یہ ہے کہ ہمیں مسائل پر صحیح آنا چاہیے۔ ایسی بات نہ ہو کہ کل کوئی بندہ یہ کہے ہم لوگ کام نہیں کر سکتے، یہ نہیں کر سکتے۔

سندھ کے مسائل پر میں آپ کو ایک التجا بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سے ایک خاص request ہے اور اس پر kindly آپ اپنے orders بھی جاری کریں۔ یہ جو ہمارے سندھ سے لوگ اغوا ہو گئے ہیں، گھوٹکی سے، گھوٹکی میں نصراللہ گڈانی قتل ہو گیا ہے، جان محمد سکھر سے، ڈاکٹر اجمل ساوند کشمور سے، ڈاکٹر بچل گھنیو، ڈاکٹر شاکر شاہ صاحب، ان کا matter آپ kindly Human Rights Committee کو بھیج دیں۔ ان لوگوں کو ہم بلا کر تھوڑا پوچھ لیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اپنے علاقوں کی بات نہیں کریں تو کون کرے گا۔ یہ kindly آپ Human Rights Committee کو بھیجیں۔ ہم کسی کی دادرسی اگر کسی جگہ کر سکیں تو وہ اچھا ہو جائے گا۔

باقی تعجب یہ ہے کہ ایک آدمی پنجاب میں Home Minister اور Home Secretary کو فون کر کے کہے کہ میرے سر کی قیمت آپ نے کیوں لگائی۔ یہ سب کو پتا ہے کہ وہ سرغنہ ہے۔ پہلے اس کو تو پکڑو۔ جو فون کرے گا وہ trace ہو جائے گا۔ یقین کریں میں ایسی تنقید نہیں کرنا چاہتا جس سے کسی کو تکلیف ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس بندے کو تو پکڑیں۔ اس Home Minister کو یا Home Secretary کو اس سے بات continue کرنی چاہیے جب تک کہ وہاں لوگ اس کو trace کر کے اس تک پہنچ نہ جائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ جو سیف اللہ ابڑو صاحب نے جن شخصیات کا نام لیا ہے، جو سندھ اور پاکستان کے باسی ہیں۔ ان تمام لوگوں کے حوالے سے میں اپنے office کو کہتا ہوں کہ ان سب کے نام بنیادی انسانی حقوق کی کمیٹی میں بھیج دیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: بہت شکریہ جناب۔ باقی یہ ہے کہ ہم یہاں کام کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ یہ چیزیں ختم ہونی چاہیں۔ عرفان صدیقی صاحب کا میں یہاں mostly ذکر کرتا ہوں کہ جب عرفان صدیقی صاحب کو arrest کیا گیا تھا تو نہ عرفان صاحب سینیٹر تھے نہ ہی میں تھا۔ حکومت ہماری تھی، نئے پاکستان کی۔ جب ہم دونوں ایوان میں آئے، یقین کریں جب سینیٹر نہیں تھے تو دل تکلیف میں تھا۔ مجھے یاد ہے کہ عرفان صدیقی صاحب کو ہتھکڑی لگی تھی اور جب ان کو court میں لایا گیا تو ان کے ہاتھ میں قلم تھا جو وہ ایسے show کر رہے تھے۔ مجھے وہ picture یاد ہے۔ جب ہم اس House میں آئے تو ڈاکٹر شہباز گل arrest ہوئے۔ تو اس پر کافی لوگوں نے کہا کہ اچھا ہوا۔ تو میں نے speech کی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ابھی ڈاکٹر زرقا صاحبہ نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ سمجھیں کہ آپ ان کا time لے رہے ہیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: ٹھیک ہے۔ میں نے تو ابھی وہ باتیں ہی نہیں کیں کہ جس پر آپ مجھے time نہ دیں۔ تو میں جو آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں یہ trend اپنانا چاہیے کہ اچھے کام کے لیے ساتھ ہونا چاہیے اور برے کام کے لیے چاہے اپنی پارٹی ہو، اس کو ہمیں oppose کرنا چاہیے۔ یہ کام ہم legislators کا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ پیچھے چل کر اپنی leadership اگر غلط کام کرے تو ہم پھر بھی ساتھ کریں۔ تو اس سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ میں نے کیا کہا، میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اگر حکومت ہماری نہیں تھی، PDM کے منجن کی حکومت آچکی تھی، تو میں نے کہا جی جس وقت ہماری حکومت تھی تو آپ نے عرفان صدیقی صاحب کو گرفتار کیا تو وہ بھی کوئی اچھی بات نہیں تھی، نہ ہی کوئی عزت والی بات تھی۔ اگر آج ڈاکٹر شہباز گل کو آپ نے without any reason arrest کیا ہے تو وہ بھی کوئی عزت افزا بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمیں پارٹی کی ان چیزوں سے نکلنا چاہیے۔ بلوچستان کا issue ہے، شاہ زیب نہیں بیٹھے، انہوں نے زبردست بات کی، بلوچسان میں کوئی بھی C.M باقی صوبوں سے نہیں لگا، بلوچستان کی محرومی ختم ہونی چاہیے، ہم جس کو محرومی کہتے ہیں، محرومی افراد کی ختم ہوئی ہے۔ بلوچستان سے PM بن جاتے ہیں، بلوچستان سے CM بن جاتے ہیں اور بلوچستان سے Ministers بن جاتے

ہیں۔ عام لوگوں کے مسائل حل نہیں ہوتے، جیسے ہمارے ایک بھائی عبدالشکور صاحب نے کہا کہ صدر صاحب کو، ہمیں تو خوشی ہو گی کیونکہ صدر ہمارا سندھی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو 17 minutes ہو گئے ہیں، آپ کا شکریہ کہ آپ بات ختم کریں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آپ بالکل صدر کو authority دیں لیکن صدر خود authority ہے، صدر پاکستان Head ہوتا ہے، ان کو کسی کی بھی need نہیں ہے لیکن میرے دوست کی تقریر یہ بتاتی ہے کہ وہ بھی آزاد نہیں ہے۔ آئیں ہم سب مل کر اس پاکستان کے system کو مضبوط کریں تب ہمارے مسائل ختم ہوں گے، تب بھی ختم نہ ہوں تو ہم ایک قدم بڑھا سکتے ہیں۔ میں پیپلز پارٹی کے دوستوں سے التجا کروں گا کہ آپ کم از کم بے نظیر صاحبہ کی مشکلات کو یاد کیا کریں، بے نظیر صاحبہ نے being a lady جتنی مشکلات دیکھی ہیں، 1997 میں بلاول صاحب چھوٹے تھے، ان کی عمر چھ سال تھی، وہ ان کی انگلی پکڑ کر کراچی کے prisoner کے طور لانڈھی کی سنٹرل جیل میں بی بی کا کھڑا ہونا، یہ بڑی اذیت ناک چیز تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب! آپ کا شکریہ۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: پیپلز پارٹی کی سینیٹر خان کو نشانہ بنائے تو میرے خیال سے بی بی شہید سے اس سے زیادہ غداری نہیں ہو سکتی۔ جناب! آپ کا شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ۔

Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔ میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں کہ میں آج بلوچستان پر Adjournment Motion لے کر آئی جس کو Calling Attention Notice میں convert کیا گیا، یہ اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ میں آج سینیٹ کی آخری speaker ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ نے conclude کرنا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: نہیں، نہیں جناب۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ مجھ ناچیز کی تقریر سے لوگ اتنا ڈرتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ یہ ایسے وقت پر بولے جب کوئی سننے والا نہ ہو پھر سب

TV on کر کے اپنے اپنے کمرے میں دیکھ رہے ہوں گے کہ آج سینیٹر زر قا سہر وردی تیمور نے کیا کہا ہے۔ جناب! میں ایک عاجز سی بندی ہوں، میں پاکستانی عوام کی بات کروں گی لیکن مجھ سے اتنا ڈر کیوں ہے، میں آج اس بات پر تشویش میں ہوں کہ میں ناچیز ہوں، کہتے ہیں کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا کہ مجھے بولنے نہیں دیتے۔ سارا دن گزر گیا، میرا TV پر programme تھا، وہ بھی اس کی نظر ہو گیا، وہ مجھے بار بار فون کر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ سب سے پہلے سینیٹ ہے، مجھے سینیٹ میں بولنے کے لیے وقت ملے گا تو اس کے بعد کچھ کروں گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے آپ کو پکارا لیکن آپ ہال میں موجود نہیں تھیں، آپ باہر تھیں پھر میں نے کہا کہ ان کو بلا لیں، کوئی ایسا issue نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! آپ کا بہت شکریہ۔ Issue نہیں ہے لیکن مجھے کہا گیا تھا کہ آپ Leader of the Opposition کے بعد سب سے پہلے بولیں گی۔ بہر حال انسان کی حیثیت کا پتا چل جاتا ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے جب آپ کو آخر میں بولنے دیا جائے۔ جناب! میرے ابھی اڑھائی سال باقی ہیں، میں اتنی آسانی سے نہ کام چھوڑنے والی ہوں، نہ میدان چھوڑنے والی ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہم آپ کے بعد سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب کو تکلیف دیں گے، آپ آخری سپیکر نہیں ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جی، جی سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب ہمارے محترم ہیں۔ جناب! میں topic کی طرف آتی ہوں کہ مسئلہ یہ ہے کہ بلوچستان پر اتنی سیر حاصل گفتگو ہوئی ہے اور گفتگو سننے سے یہ لگ رہا تھا کہ سارے solutions یہاں ایوان میں بیٹھے لوگوں کے پاس ہیں۔ ہمارے قائد ایوان نے کہا کہ ہم نے سب کچھ کیا ہوا ہے اور ہم کئی دہائیوں سے کر چکے ہیں۔ جناب! جو اتنی دہائیوں سے اتنے experienced لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں، چار لوگ بیٹھے ہیں، وہ بھی چپ نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی ابڑو صاحب اور بھٹو صاحب! آپ توجہ دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں مانتی ہوں کہ میں آخری speaker ہوں ورنہ آپ باہر چلے جائیں، کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ میرے لیے یہ بڑے قابل عزت ہیں، جناب! خالی

کرسیاں بھی بڑی قابل عزت ہیں۔ یہ سوال ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ بلوچستان کا کیا مسئلہ ہے کہ ہم سب دہشت گردی کو برا کہتے ہیں، اس بات پر کوئی دو رائے نہیں ہے، ہم سب کہتے ہیں کہ دہشت گردوں سے سخت ہاتھ سے نمٹنا چاہیے۔ ساری پارٹیاں اس بات پر متفق ہیں، سب کو پتا ہے کہ کیا ہونا ہے اور اس بات پر بھی کوئی دو رائے نہیں ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہماری ریاست جب اس پر کچھ کرنا چاہے گی تو وہ کر لے گی۔ ہمارے پاکستان کی فوج نے اپنی اتنی جانوں کے نذرانے دیے ہیں اور اتنے شہداء ہیں۔ ہماری police force پر ظلم ہوا ہے جو کچے کے ڈاکوؤں نے ظلم کیا ہے، یہ South Punjab میں ہوا ہے۔ یہ جو ساری جانیں جاتی ہیں، ہمیں پورا یقین ہے کہ ہمارے ملک کی فوج اور ریاست ان چیزوں سے نبرد آزما بڑی آسانی سے ہو سکتی ہیں اور وہ پوری طرح capable ہے اور ہو بھی جائے گی اور control بھی کر لے گی۔

جناب! کیا وجہ ہے کہ 70 سال ہو گئے ہیں اور میں نے یہ پڑھا کہ یہ بلوچستان میں پانچویں insurgency ہے، میں BBC کی ایک report دیکھ رہی تھی، وہ اس میں کہتے ہیں کہ پہلی insurgency 1970 میں ہوئی تھی۔ کل 26 اگست کا دن تھا، یہ نواب اکبر بگٹی کی برسی کا دن تھا۔ بلوچستان لبریشن آرمی ایک دہشت گرد تنظیم ہے، یہ nationally and internationally ہے۔ بلوچستان کے دس اضلاع۔۔۔ جناب! آپ تو توجہ کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے کہا کہ جو لوگ lobby میں ہیں، ان کو یہاں پر آنا چاہیے۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! آپ کی مہربانی ہے۔ BLA نے آپ کو ایک پیغام دیا ہے، انہوں نے 26 اگست 2006 کی یاد دلائی ہے، انہوں نے دس اضلاع میں بیس گھنٹے تک ہماری security forces کو engage رکھا جس میں ہمارے لوگ شہید ہوئے اور ہم نے کتنے لوگ declare کئے اور actually کتنے شہید ہوئے، ہمیں اس کا بہت افسوس ہے۔ جناب! اس سے زیادہ افسوس اس demonstration پر ہے کہ جو گوادر میں بلوچستان کی بہنیں اور مائیں ہیں کیونکہ بلوچستان ایک tribal community ہے، وہاں پر بچیاں باہر نہیں نکلتی۔ وہ بچیاں کیوں نکلیں، ان کے کچھ مسائل تھے، ان کے مسائل missing persons کے حوالے سے تھے۔ جناب! ہم جب یہ milieu دیکھتے ہیں کہ اس وقت پاکستان میں کیا ہو رہا ہے، آپ پاکستان میں بنوں میں چلے جائیں، کرک میں چلے جائیں۔ چند مہینے پہلے جو گلگت بلتستان میں ہوا، آزاد کشمیر

میں کیا ہوا۔ پنجاب میں پچھلے سال جس طرح پہلی مرتبہ پاکستان کی تاریخ میں خواتین کو اٹھایا گیا، یہ پاکستان کے کسی صوبے میں اس طرح نہیں ہوتا کہ آپ کی پولیس اپنے ہی لوگوں پر تشدد کرے اور خاص طور پر خواتین پر تشدد ہو اور جس طرح چادر اور چار دیواری کو پامال کیا گیا۔

جناب! پورے پاکستان میں ہر طرف دہشت گردی کی لہر آئی ہوئی ہے، کہیں ریاست کی طرف سے ہے اور کہیں لوگوں کی طرف سے ہے، اس میں mixed messages ہیں، ہر علاقے کا اپنا مسئلہ ہے اور FATA میں جو ہوا، اس کا اپنا مسئلہ ہے لیکن کیا کوئی سن رہا ہے۔ سورۃ البقرہ کی ایک آیت ہے (عربی) ترجمہ: جو سنتے نہیں ہیں جن کو نظر نہیں آتا اور جن کو سمجھ نہیں آتی ان کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی۔ سو، مسئلہ کیا ہے؟ کیا ہماری حکومت سن نہیں رہی جو لوگ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں تو کیا ان کو مسائل کی سمجھ نہیں آ رہی کہ مسائل کیا ہیں۔ ہم یہ مسائل حل کیوں نہیں کرتے، ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمارے پاس پوری طاقت ہے لیکن ہمارے کوئی اپنے مسائل ہیں۔ ہم اپنے ذاتی مسائل کی وجہ سے ملک کے اجتماعی مسائل کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ آج بلوچستان کے نوجوان کھڑے ہوئے ہیں، وہ نوجوان پہاڑیوں سے نہیں آئے، وہ نوجوان پڑھے لکھے ہیں جو نیچے سکولوں اور کالجوں سے آئے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا حق دو۔

جناب! مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کا President, Chairman Senate and Chief Justice, چار بڑے بڑے عہدے بلوچ نیشنل کے پاس تھے۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور یہ جو House of the Federation ہے اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ بلوچستان جس کی total آبادی ایک کروڑ ہے یعنی چوبیس کروڑ آبادی کے ملک میں سے ایک کروڑ آبادی کا Province جو زمینی اعتبار سے آدھا پاکستان ہے۔ اس کے یہاں پر ایک چوتھائی ممبرز ہیں کتنی strong Senate ہے اتنے زبردست ہمارے ممبرز ہیں تو جناب! کیا مسئلہ ہے کہ ہمارے لوگ بلوچستان کے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ وجہ کیا ہے؟ یہاں پر بیٹھے ہمارے بلوچ بھائی اور بہنیں جو ابھی بڑی زبردست تقریریں کرکے گئے ہیں اور بار ہا بلوچستان کے سینیٹر دنیش کمار بڑے زور و شور سے تقریریں کرتے تھے تو کوئی result کیوں نہیں نکال پاتے؟ کیا ان کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے، ان کے پاس کوئی agency نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے؟ کیا یہ پاکستان سے sincere نہیں ہیں؟ کیا پاکستان اور اس کے چار صوبے؟ پلس دو صوبے جن کو ہم نے صوبے کا status بھی دیا ہوا ہے مگر

وہ ہیں پاکستان کا حصہ مثلاً چار صوبے پنجاب، سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا دو وہ جن کو ہم نے کچھ سمجھا نہیں ہوا، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر یہ چھ ہیں۔ یہ ہمارے سوتیلے ہیں۔ جو لوگ پاکستان چلاتے ہیں، کیا ان کے سوتیلے ہیں؟ چھ کے چھ ان لوگوں کے مسائل ہی نہیں سنے جاتے اور مسائل بڑی آسانی سے settle ہو سکتے ہیں اگر ان لوگوں کو infrastructure دیں۔

بلوچستان میں اس وقت بھی ایک کروڑ آبادی میں سے تیس لاکھ بچے ہیں جو سکولوں میں نہیں ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟ جناب! آپ بھی بلوچستان سے ہیں۔ بلوچ لوگ جو ہمارے اس وقت حکومت میں مختلف عہدوں پر ہیں اور چند مہینوں پہلے بھی رہ چکے ہیں، ہمیشہ بلوچستان کو سیٹیں دی جاتی ہیں کہ جی بلوچستان کا حق ہونا چاہیے تو کیا کرتے ہیں وہ بلوچ اپنے لوگوں کے لیے؟ میرا تو یہ سوال ہے۔ میں پارٹی کی کوئی بات نہیں کروں گی کیونکہ یہ ملک ہمارا ہے۔ بلوچ ہمارے ہیں۔ سارے provinces ہمارے ہیں، آج میں اسی لیے بلوچ کپڑے پہن کر آئی ہوں۔ لہٰذا اس point of view سے میں صرف آپ کو دو چیزیں اور point out کرنا چاہوں گی کیونکہ بلوچستان کی باتیں تو سب نے کر لی ہیں۔

24 اگست کو جو UN Committee on Racial Discrimination ہے اس نے Geneva سے پاکستان کی حکومت کو ایک پیغام دیا ہے، 26 اگست کو سانحہ ہوا ہے اس سے دو دن پہلے انہوں نے پاکستان کی حکومت کو ایک advice دی ہے۔ اس کو Dawn newspaper نے 24 اگست کو شائع بھی کیا اور باقی اخباروں نے بھی کیا اور 26 اگست کو جس دن یہ سانحہ ہوا ہے اس دن Dawn نے اپنے editorial میں لکھا ہے کہ UN Committee on Racial Discrimination اس نے پاکستان کو advice کیا ہے کہ آپ rectify کریں جو convention on enforced disappearances ہیں جو missing persons ہیں جن کا بہت بڑا link ہے جو بلوچستان میں problem چل رہی ہے جو اور علاقوں میں بھی ہیں۔ UN نے ہماری حکومت کو کہا ہے آپ اس حوالے سے investigate کریں اور prosecute کریں ان لوگوں جو اس میں involved ہیں اور میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اس کو ignore نہیں کر سکتے کیونکہ اس وقت ہماری حکومت GST پلس کے چکر میں یورپین یونین جو انہوں نے ایک فیورٹ status دیا ہوا ہے، اس کے حوالے سے یہ UN

Human Rights کی جو requirements ہیں یہ آپ کو پوری کرنی پڑے گی اور میرے پاس ایک report بھی پڑی ہے جو ہماری Human Rights کی طرف سے UN کو گئی ہوئی ہے جس میں ہم ان کو بڑی صفائیاں دیتے ہیں اور ان صفائیوں کے بغیر ہمیں GSP status نہیں دیتے جو ہم چاہ رہے ہیں اور وہ literally ہمارا مذاق بنتا ہے۔ یہ دیکھیں اتنی موٹی report ہے جو ہمارے آفیسر لے کر جاتے ہیں۔ جب ہمیں emergency پڑتی ہے کہ ہم نے جواب دینا ہے کیونکہ ہمیں کشکول میں کچھ ڈالر چاہییں۔

ہم جب کشمیر کی بات UN کی Human Rights Organization کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کشمیر کی بات تو صحیح ہے، کشمیر میں انڈیا بڑا ظلم کر رہا ہے لیکن آپ پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں۔ آپ لوگ اپنے ملک کے مسائل کے بارے میں کچھ کر نہیں رہے تو پھر آپ کس منہ سے جائیں گے Human Rights Organizations کے پاس، United Nations کے پاس، جن کو ہم جا کر کہتے ہیں کہ کشمیر کے اوپر کچھ کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں۔ جب تک اپنے کام کے حوالے سے seriousness نہیں آئے گی، ہمارے ملک کے حوالے سے، مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ ہمارا ملک چلتا ہے ان اشرافیہ کے لیے جو اس ملک کے main beneficiaries ہیں۔ ان کو ہم tax نہیں کرتے، ان کے IPPs کے راز ہم نہیں کھولتے، ان کی شوگر ملز کے راز ہم نہیں کھولتے، وہ کہاں کہاں benefit لے رہے ہیں، ہم اس کا ذکر نہیں کرتے۔ Agriculture میں ہم ان کو tax نہیں کرتے اور جو پاکستان کے چوبیس کروڑ، غریب اور متوسط طبقے کے عوام ہیں، ان کو ہم tax کرکے، ان کے خون کے ایک ایک قطرے کو نچوڑ کر ان اشرافیہ کو ہم support کر رہے ہیں۔

جناب! معذرت کے ساتھ میں اس ملک میں رہنے والی ہوں اور سینیٹ کا حصہ بھی ہوں لیکن مجھے یہ لگتا ہے پاکستان کی حکومت ایک سوتیلی حکومت ہے۔ انگریز تو چلا گیا لیکن ہم brown انگریزوں کو یہاں پر چھوڑ گیا جو پاکستان کے brown لوگوں کو اس طرح سمجھتے ہیں جس طرح یہ کوئی تیسری قسم کی نسل ہے۔ یہ انسان نہیں ہیں، ان کو کسی اور طرح سے treat کرنا چاہیے۔ ان کو نہ انسانی حقوق ملنے چاہییں، نہ ان کو جائز حقوق ملنے چاہییں۔ Public servants جن کا کام public کی service کرنا ہے، وہ بھی ہمارے اشرافیہ کا ایک حصہ ہیں۔ باقی ہم سیاستدان، ہمارے

civil military bureaucracy ہمارے سارے بزنس مین، ہماری جو عدلیہ ہے تو جب تک یہ سوچ نہیں بدلے گی، جب تک ہم National Action Plan اور NACTA کو لے کر نہیں آئیں گے، جب تک ہم ان چیزوں کو address نہیں کریں گے، یہ معاملات آگے بڑھنے والے نہیں۔

اس وقت آپ کی 66 فیصد آبادی below the age of 30 ہے۔ یہ تیس سال کے نوجوان ہم جیسے چالیس اور پچاس سال سے اوپر کے لوگوں کی ذہنیت کے نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حق دو، نہیں دوگے تو ہم بھی تمہاری جان نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہمارے جیسے لوگ جو منہ میں لڈو لے کر گھومتے ہیں، ادھر سے کچھ لے لیا، اُدھر سے کچھ لے لیا، گھر لے لیا، گاڑیاں لے لیں، باہر پیسے لے گئے، اس طرح کے کاموں میں وہ نہیں آنے والے۔ وہ اپنا حصہ لے کر رہیں گے۔ جب تک ہم serious نہیں ہوں گے، human rights کی یہ جو ہم نے ساری treaties ratify کی ہوئی ہیں، جن کی reports ہمیں دینی پڑتی ہیں اور جن کے حوالے سے ہم سے ہر بار سوال کیے جاتے ہیں اور ہمارے officials باہر جاکر شرمندہ ہوتے ہیں جبکہ ہم یہاں شرمندہ ہوتے ہیں تو ہمیں transparency لانی ہوگی، ہمیں سوالوں کے جواب دینا ہوں گے اور ہماری حکومت کو تھوڑا سا کام کرنا پڑے گا۔ یہ جو ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس کمیٹی کمیٹی کہہ کر گئے ہیں، بڑے honourable ہیں لیکن کمیٹیوں سے کام نہیں چلنا۔

جناب! ایک آخری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو پرانے طریقے سے حکومتوں کو چلا رہے ہیں، بڑی معذرت کے ساتھ، بڑے honourable ہیں، ان کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب ان کے solutions نہ چل رہے ہیں، نہ چلیں گے۔ پاکستان کو آگے لے کر جانا ہے تو دوسرے لوگ لے کر جائیں گے جو پاکستان کے ساتھ sincere ہیں، جن کی نیت صاف ہے، جن کے اپنے ذاتی مفاد، ملکی مفاد سے بالاتر نہیں ہیں۔ یا تو اپنے دل بدلیں اور دل بدلنے کے chances مجھے تو نہیں لگتے، اسی لیے تو مجھے آخری تقریر ملتی ہے۔ اگر مجھے پہلے تقریر کا موقع مل جائے تو مجھے لگے کہ شاید دل بدلتے ہیں لیکن یہاں مجھے ردی کی ٹوکری میں اس لیے ڈالا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ٹائم دیکھیں، پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! پندرہ منٹ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ آخری ٹائم آپ نے مجھے دیا جبکہ پانچ گھنٹوں سے آپ نے مجھے یہاں بٹھایا ہوا ہے۔ جناب! یہ سچ اور ملاوٹ کی جنگ جاری رہے گی۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ ڈاکٹر زرقا صاحبہ۔ کسی اور معزز رکن نے بات کرنی ہے؟ عرفان صدیقی صاحب۔

Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: بہت سنجیدگی کے ساتھ باتیں ہوئی ہیں اور یہ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ دونوں طرف سے جس طرح کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، انہیں تحمل سے سنا بھی گیا ہے۔ میں بہت سی باتیں اپنی ڈائری میں نوٹ بھی کرتا رہا ہوں اور ان شاء اللہ، میں جس جگہ بھی ان کو share کر سکا، وہ ضرور کروں گا کیونکہ spirit سب کی ایک ہے۔ Spirit یہ ہے کہ جس پاکستان کے اندر ہم رہ رہے ہیں، جس دھرتی کے اندر ہم سانس لے رہے ہیں، جس سرزمین پر ہمارے بچے پروان چڑھ رہے ہیں، جس دھرتی کے ساتھ ہمارے بچوں کا مستقبل جڑا ہوا ہے، وہ کم از کم امن اور سکون سے زندہ رہ سکیں۔ اگر انہیں نوکری کی ضمانت نہیں مل رہی یا انہیں بہت اچھے کھانے پینے کی، بہت اچھی درسگاہوں کی، بہت اچھی یونیورسٹیوں کی ضمانت نہیں مل رہی تو کم از کم زندگی کی ضمانت تو ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کم از کم وہ چیز ہے جو ہمیں اپنی نئی نسلوں کو دینی ہے۔ اس حوالے سے جو سیاسی باتیں ہوئی، ابھی سینیٹر زرقا نے بھی کی ہیں، ہماری طرف سے بھی ہوئی ہیں، ان سے قطع نظر کرتے ہوئے، کیونکہ سیاست ہوتی رہے گی، ہم ان کے بارے میں نکتہ آفرینی کرتے رہیں گے، یہ ہم پر نکتہ چینی کرتے رہیں گے، it is part of game لیکن اس ملک کو ہم نے آگے لے کر چلنا ہے۔

پچھلے چار سالوں میں، پچھلے آٹھ سالوں میں یا دس سالوں میں کیا ہوا یا 77 سالوں میں کیا ہوا۔ اگر 77 سالوں کی history آپ نکال کر دیکھ لیں تو امن، آشتی اور سکون کے لمحات، دن یا سال بڑے کم کم آئے ہیں۔ بحرانوں کا ایک سلسلہ ہے، ہمہ جہتی بحران ہیں۔ ہماری انتظامیہ کے اندر بحران رہے، ہماری جمہوریت کے اندر بحران رہے، 33 یا 34 سال مارشل لاؤں کی نذر ہو گئے، ہماری عدلیہ کے اندر بحران رہے۔ میں ابھی دیکھ رہا تھا، ہمارے چیف جسٹس صاحب نے ایک بات کی کہ اگر

ہمارے فیصلے پر عمل نہیں ہوگا تو عدم توازن یا آئینی توازن بگڑ جائے گا۔ اب آئینی توازن بگڑنے کا سلسلہ 1954 سے شروع ہوتا ہے۔ 1954 سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے اور آج تک وہ بگڑتا ہی چلا جاتا ہے۔ ہم تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے۔ Issue یہ ہے کہ جب کسی کی جان لی جاتی ہے، سینیٹر زرقا نے توجہ دلائی جو کہ قرآن میں ہے کہ ایک انسان کی جان لینا ایسے ہی ہے جیسے آپ پوری انسانیت کی جان لیتے ہو تو جو لوگ یہ کام کرتے ہیں، ہم نے غربت کا ذکر کیا، ہم نے نوکریوں کا ذکر کیا، ہم نے مسائل کا ذکر کیا، آپ یقین جانیے کہ جو لوگ یہ حرکتیں کر رہے ہیں نہ نوکری ان کا مسئلہ ہے، نہ روٹی ان کا مسئلہ ہے، نہ پیسہ ان کا مسئلہ ہے، نہ گاڑیاں ان کا مسئلہ ہے اور نہ عیش و عشرت ان کا مسئلہ ہے۔ ان کے پاس اتنے وسائل ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ جو لبریشن آرمی آپ کہہ لیں یا اور اس طرح کے ناموں سے چل رہے ہیں ان کے لیے دال روٹی کا مسئلہ نہیں ہے، ان کے مسائل کچھ اور ہیں۔ انہیں جو pump کیا جاتا ہے، ان کے اندر جو oxygen ڈالی جاتی ہے، ان کی گاڑی اور مشین کے اندر جو پٹرول ڈالے جاتے ہیں وہ کہیں اور سے آتے ہیں، وہ imported ہیں۔

جب ہم کہتے ہیں کہ کشمیر کا موازنہ ہم اپنے بنیادی حقوق سے کرتے ہیں تو چلیں ہمارے ہاں بنیادی حقوق کچلے جا رہے ہوں گے لیکن کشمیر کے اندر جو ہو رہا ہے ہم اسے justify کرتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے اپنا حال دیکھو پھر غزہ کی بات کرو تو ہم اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب آج ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہو گیا، نوجوانوں کو نوکری نہیں مل رہی، نوجوان یہ کام بالکل نہیں کر رہے ہیں، نوجوان جہاں بھی ہیں اور جیسے بھی ہیں، غربت میں ہیں، بے چارگی میں ہیں، نوکریاں نہیں ہیں لیکن وہ یہ کام نہیں کر رہے ہیں، یہ کون سے نوجوان ہیں جن کو آپ جانتی ہیں کہ کون ہیں، جو باہر کے ممالک میں بیٹھے ہوئے ہیں، کس کس عمر کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور کیا کیا حرکتیں کر رہے ہیں، لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں ذرہ برابر بھی کسی دلیل کی وجہ سے space نہیں دینا چاہیے، خاص طور پر سیاست کی وجہ سے کہ ہمارے دور میں یہ واقعہ ہوا ہے اس لیے ہم اس سے کوئی political mileage لے لیں۔ میں کسی کی نیت پر کوئی شبہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں ان سب کے افکار کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

میں نے سیف اللہ ابڑو کی گفتگو سنی، انہوں نے خاص طور پر میرا ذکر کیا اور پہلے بھی انہوں نے ذکر کیا۔ یہ اچھی بات ہے۔ جب فواد چوہدری کو ہتھکڑی لگی اور منہ پر کپڑا ڈالا تو میں نے بھی یہاں

کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟آج بھی جب ہر روز میں شاہ محمود قریشی کی ہتھکڑی لگی تصویر دیکھتا ہوں تو مجھے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ سچ بات یہ ہے کہ دل خوش کن مناظر نہیں ہیں، یہ کل بھی نہیں ہونے چاہیے تھے، آج بھی نہیں ہونے چاہییں اور مستقبل میں بھی نہیں ہونے چاہییں۔ ہماری توجہ کا ہدف یہ لوگ ہونے چاہییں جو ہماری جانیں لے رہے ہیں، جو ہمارے بچوں کا مستقبل برباد کر رہے ہیں، جو ماؤں سے بیٹے چھین رہے ہیں، بچیوں سے ان کے باپ چھین رہے ہیں، شوہر چھین رہے ہیں یہ لوگ ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی رورعایت نہیں ہونی چاہیے، کسی جواز پر نہیں ہونی چاہیے اور میں اپنی اپوزیشن کو یقین دلاتا ہوں کہ جس spirit, کے ساتھ، جس جذبے کے ساتھ اور حب الوطنی کے ساتھ انہوں نے مسائل کی نشان دہی کی ہے ان شاء اللہ حکومت ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور بھی کرے گی اور آئندہ بھی یہ ایوان موجود ہے، جس طرح کے اقدامات یہ لوگ تجویز کریں گے، ہم سب مل جل کر کریں گے، اس میں دائیں بائیں کی کوئی تمیز نہیں ہے، ہم مل جل کر اس افریت پر قابو پانے کے لیے ان شاء اللہ آئندہ بھی ان سے مدد لیتے رہیں گے۔ میں ان کا بہت شکر گزار ہوں، Leader of the Opposition کا بھی اور باقی ساتھیوں کا بھی اور ان شاء اللہ اسی تعاون کے جذبے سے ہم آگے بڑھتے رہیں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بہت شکریہ سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب۔ ایوان کی کارروائی بروز جمعہ 30اگست، 2024 صبح 10:30 بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔ شکریہ۔ جزاک اللہ۔

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 30th of August, 2024 at 10:30 am]